علّامہ سید سلیمان اشرف بہاری

اہلِ علم کی نظر میں

محمد طفیل احمد مصباحی

نام کتاب:	علّامہ سید سلیمان اشرف بہاری-اہلِ علم کی نظر میں
ترتیب و تالیف:	محمد طفیل احمد مصباحی
پروف ریڈنگ:	محمد طفیل احمد مصباحی
کمپوزنگ:	پیامی کمپیوٹر گرافکس، مبارک پور، اعظم گڑھ
اشاعت اول:	جنوری ۲۰۱۷ء مطابق جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ
صفحات:	۴۲

ملنے کے پتے

(۱)- اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدر آباد دکن۔
(۲)- محمد طفیل احمد مصباحی، ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)
(۳)- المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)
(۴)- مکتبہ حافظ ملت، انصاری مارکیٹ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)
(۵)- حق اکیڈمی، نگر پالیکا روڈ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)
(۶)- مکتبہ باغ فردوس، بڑی ارجنٹی، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)

نوٹ:- کتاب حاصل کرنے کے لیے اس نمبر پر رابطہ کریں:

Mob:-8416960925

علامہ سیّد سلیمان اشرف بہاری: ایک نظر میں

از قلم: جناب محمد بشارت حسین صدیقی، مقیم حال، جدّہ، سعودی عرب

ولادت: ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء

اسم گرامی: سید سلیمان اشرف

والد گرامی: مولانا حکیم سید عبداللہ

جائے ولادت: محلہ میرداد، بہار شریف، ضلع نالندہ، بہار

خاندانِ عالی شان: حضرت بی بی صائمہ، خواہر حقیقی غوث العالم حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ کے خلف وفرزند حضرت مخدوم سید درویش بھیہ شریف، ضلع گیا، بہار سے تعلق تھا۔

اساتذۂ کرام: حضرت علامہ و مولانا قاری نور محمد چشتی فخری اصدقی/علامہ و مولانا محمد احسن استھانوی، کانپور/امام المعقولات حضرت علامہ ہدایت اللہ خان رام پور ثم جون پوری/شیخ المحدثین علامہ و مولانا وصی احمد نقشبندی محدث سورتی/استاذ الاساتذہ علامہ یار محمد چشتی بندیالوی۔

بیعت و خلافت: آپ اپنے استاذ گرامی حضرت مولانا قاری نور محمد چشتی نظامی فخری اصدقی سے بیعت و ارادت رکھتے تھے۔ سلسلہ قادریہ اشرفیہ میں اعلیٰ حضرت شیخ المشائخ سید علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی سے اور سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی سے خلافت واجازت حاصل کی تھی۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ملازمت: ۱۹۰۳ء میں نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی کی کوشش سے مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے شعبۂ دینیات میں پروفیسر کی حیثیت سے آپ کی تقرری ہوئی۔ بعد ازاں صدر شعبۂ دینیات کے عہدے پر فائز ہوئے۔

مسلم یونیورسٹی کی حمایت و دفاع: علی گڑھ مسلم کالج کے خلاف جب مولانا ابو الکلام آزاد، مولوی محمود الحسن دیوبندی اور مولانا محمد علی جوہر نے زبردست تحریک چلائی تو حضرت علامہ سید

سلیمان اشرف بہاری نے مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی اور ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے ساتھ مل کر اس ادارے کی بھرپور حمایت کی اور مکمل دفاع کیا۔

معاصرین مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ: (۱) ڈاکٹر سید ظفر الحسن، سابق وائس چانسلر، علی گڑھ (۲) سر محمد علی محمود خان، راجہ محمود آباد (۳) نواب مزمّل اللہ خان (۴) صاحبزادہ آفتاب احمد خان (۵) جسٹس سر شاہ محمد سلیمان (۶) سر راس مسعود (۷) ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد زبیری (۸) نواب محمد اسماعیل خان۔

مشہور تلامذہ: (۱)-ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری، المرکز الاسلامی، کراچی، (۲)- پروفیسر محمد محمود احمد، سابق صدر شعبۂ فلسفہ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔ (۳)-ڈاکٹر ذاکر حسین، سابق صدر جمہوریۂ ہند۔ (۴)- سید امیر الدین قدوائی، (۵)- پروفیسر رشید احمد صدیقی، سابق صدر شعبۂ اردو، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، (۶)-ڈاکٹر سید عابد احمد علی، پنجاب پبلک لائبریری، لاہور۔ (۷)-ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، لاہور۔ (۸)-مولانا ابرار حسین گوپاموی۔

سیاسی حریف: (۱)- مولانا ابوالکلام آزاد (۲)- مولانا عبدالماجد دریاآبادی (۳)- مولانا محمد علی جوہر (۴)- مولانا شوکت علی (۵)- عبدالباری فرنگی محلی (۶)- مولوی محمود الحسن دیوبندی۔

سیاسی خدمات: ۱۹۲۱-۱۹۲۰ء میں "تحریک ترک موالات" کی پرزور مخالفت اور اسی تناظر میں "النور" جیسی بلند پایہ کتاب کی تصنیف- ۱۹۲۵ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس میں شرکت۔

کامیاب مناظرہ: مارچ ۱۹۲۱ء میں جماعت رضائے مصطفیٰ، بریلی شریف کی جانب سے اہل سنت کے دینی و سیاسی افکار کی وضاحت اور معاندین اہل سنت کے نظریات و معمولات کا بھرے مجمع میں پردہ فاش کیا اور ابوالکلام آزاد جیسے زور آور خطیب کا ناطقہ بند کر دیا۔ اس کانفرنس کی روداد سناتے ہوئے صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کو اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں۔

"پورا میدان مولانا سلیمان اشرف صاحب کے ہاتھ میں رہا۔"

ہم عصر علمائے اہل سنت: (۱) حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خان بریلوی (۲) حضرت مولانا معین الدین اجمیری (۳) حضرت علامہ دیدار علی شاہ نقشبندی (۴) صدر الافاضل

علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی (۵) صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی (۶) ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ (۷) حضرت مولانا قاضی عبد الوحید فردوسی عظیم آبادی (۸) قطبِ مدینہ حضرت علامہ ضیاء الدین رضوی مدنی (۹) سلطان الواعظین حضرت مولا عبد الاحد قادری (۱۰) استاذ العلما حضرت علامہ نثار احمد کان پوری (۱۱) عالم ربانی حضرت علامہ سید احمد اشرف اشرفی کچھوچھوی (۱۲) محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید محمد اشرفی کچھوچھوی جیلانی (۱۳) صاحب الاقتدار حضرت مولانا عبد المقتدر قادری بدایونی (۱۴) حضرت علامہ سید عبد الرشید عظیم آبادی (۱۵) حضرت علامہ رحیم بخش آوری، (۱۶)- حضرت علامہ سید عبد الرحمٰن قادری بھاگلپوری وغیر ہم۔

تصانیف عالیہ:

المبین: عربی زبان کی فوقیت اور برتری پر ایک مایۂ ناز علمی و تحقیقی کتاب۔ نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی، شاعر مشرق علامہ اقبال، اور مشہور مستشرق پروفیسر براؤن جیسے ماہرین لسانیات نے اس کتاب کی تعریف و توصیف کی ہے۔ کتاب کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر برصغیر کی عظیم درس گاہ جامعہ اشرفیہ، مبارکپور، کے درجۂ فضیلت میں داخل نصاب ہے۔

النور: دو قومی نظریہ پر لاجواب کتاب۔

الرشاد: گائے کی قربانی کے موضوع پر بے مثال کتاب۔

الانھار: حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ کی مثنوی ”ہشت بہشت“ پر ایک فصیح و بلیغ اور محققانہ و فاضلانہ مقدمہ جو ۵۵۰ر صفحات پر مشتمل ہے۔ نواب حبیب الرحمٰن شیروانی نے اس کتاب کو شبلی کی ”شعر العجم“ سے بہتر قرار دیا ہے۔ کتاب کا موضوع فارسی شعر و ادب کی تاریخ ہے۔

السبیل: مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نصابِ تعلیمات اسلامیہ کے لیے تجاویز۔

الحج: حج و زیارت کے موضوع پر ایک عمدہ تصنیف، جس کا مقدمہ صدر یار جنگ بہادر مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی صدر الصدور امور مذہبی ریاست حیدرآباد، دکن نے لکھا اور کہا کہ:

حج و زیارت کے موضوع پر سب سے اچھی کتاب ہے۔

نزہۃ المقال فی لحیۃ الرجال: عدمِ جوازِ حلق لحیہ یعنی داڑھی منڈوانے، ترشوانے اور ایک مشت سے کم رکھنے کی حرمت و ممانعت پر علمی اور تحقیقی رسالہ۔ ایک سو پندرہ سال قبل یہ کتاب

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے شائع ہوئی تھی اور اب اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدر آباد، دکن سے مولانا طفیل احمد مصباحی کی تحقیق و تخریج کے ساتھ دوبارہ شائع ہو رہی ہے۔

البلاغ: مسلمانوں کے ملّی انحطاط، بے عملی، بد نظمی اور خلافتِ عثمانیہ کے تاریخی واقعات کے تناظر میں ملت اسلامیہ کے لیے ایک جامع اور پر سوز رہنما تحریر۔

الخطاب: تقریر اور لکچر کا مجموعہ۔

وصالِ پر ملال: ۵/ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ/ ۲۵/ اپریل ۱۹۳۹ء بعمر ۶۳/ سال۔

جائے تدفین: مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں شیروانیوں کے قبرستان میں آپ کی تدفین ہوئی۔

کلماتِ چند

رئیس المحققین، عمدۃ المتکلّمین، جامع معقول و منقول حضرت علامہ سید محمد سلیمان اشرف بہاری قدس سرّہٗ (متوفیٰ:۲۵/ اپریل ۱۹۳۹ء) کی ہمہ گیر اور مثالی شخصیت کا اگر تحلیل و تجزیہ کیا جائے تو علم و فضل، زہد و تقویٰ، شرافت و نجابت اور ذوق وجدان کی نفاست، آپ کی تہ دار شخصیت کے "عناصر اربعہ" قرار پاتے ہیں۔ ان اجزائے ترکیبی کے سانچے میں ڈھل کر جو مایۂ ناز شخصیت وجود میں آئی تھی وہ "مجموعۂ محاسن و کمالات" بن کر آج بھی اپنی عظمت و رفعت کا احساس دلاتی ہے۔ عربی کی مشہور کہاوت ہے: الاسماء تنزل من السماء. نام کا اثر ذات پر ضرور پڑتا ہے سید سلیمان اشرف، اسمِ با مسمّٰی تھے۔

علم و حکمت، فضل و کمال، زہد و تقویٰ، مال و منال، جود و نوال، تقریر و تحریر، تعلیم و تدریس، تحقیق و تنقید، تنقیح و تدین، غرض کہ ہر جہت سے آپ اعلیٰ و اشرف تھے۔ عالم و فاضل ادیب و کامل، نقاد و محقّق اور ماہر لسانیات کی حیثیت سے آپ کی عظمت مسلّم ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہم عصر علما و مشائخ اور بعد کے اربابِ علم و بصیرت نے آپ کے فضائل و محاسن اور کمالات و مناقب کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ آپ کی عظمت و رفعت کا قصیدہ پڑھنے والوں میں جہاں مدارس کے علما و فضلا ہیں، وہیں کالج اور یونیورسٹی کے ادباء و محققین اور پروفیسر حضرات بھی شامل ہیں۔

سید سلیمان اشرف کی جاذب نظر شخصیت نے ہر ایک کو متاثر کیا ہے اور اپنوں کے علاوہ بیگانوں نے بھی آپ کی بارگاہ میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

ذیل کی سطروں میں سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمۃ سے متعلق اربابِ علم و دانش کے گراں قدر تاثرات ملاحظہ فرمائیں۔

از: **طفیل احمد مصباحی**، سب ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرّہ:

مولانا سلیمان اشرف، جب تنقیحات کرتے ہیں تو مخالفین کو شکست ہو جاتی ہے۔ (۱)

صدر الافاضل علّامہ سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ:

مارچ ۱۹۲۱ء میں بریلی شریف کے اجلاس میں سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمۃ نے اہل سنت کے دینی و سیاسی افکار کی وضاحت فرماتے ہوئے کانگریسی لیڈروں اور ملّاؤں کے غیر شرعی نظریات و معمولات کا بھرے مجمع میں پردہ فاش کیا اور ابوالکلام جیسے قادرالکلام اور زور آور خطیب کا ناطقہ بند کر دیا۔ اس کانفرنس کی روداد سناتے ہوئے اور سید سلیمان اشرف کی قرار واقعی حیثیت کا اعتراف کرتے ہوئے صدر الافاضل علّامہ سید نعیم الدین مراد آبادی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کو اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں۔

اس اجلاس میں پورا میدان مولانا سلیمان اشرف صاحب کے ہاتھ میں رہا۔ (۲)

حضرت صدر الافاضل ماہنامہ السواد الاعظم، جلد:۲، شمارہ:۵، ۱۳۳۹ھ میں تحریر فرماتے ہیں:

جناب مولانا مولوی سیّد شاہ سلیمان اشرف صاحب بہاری نے اس خوبی سے تقریر فرمائی کہ اپنے اعتراض بھی پیش کر دیے اور ان کی غلطیاں بھی دکھلائیں اور مجمع میں کوئی بے چینی بھی پیدا نہ ہوئی، بلکہ مجمع قبول کے کانوں سے حضرت مولانا کی تقریر سنتا رہا۔ بار بار اللہ اکبر کے نعرے اور تحسین و آفرین کی صدائیں سننے میں آ رہی تھیں۔ مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے اس بحث (قربانی ترک کرنے، شعائر اسلام کو چھوڑنے اور شعائر کفر میں مبتلا ہونے) پر نہایت چست اور زبردست و مؤثر تقریر فرمائی۔ (۳)

---

(۱) سید سلیمان اشرف بہاری: حیات اور کارنامے، ص:۲۵۔

(۲) حیاتِ صدر الافاضل، ص:۹۵۔

(۳) حیات صدر الافاضل حصہ دوم، ص:۱۶۵۔

صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی:

جو خدمت علمی پہلے مولانا شبلی مرحوم نے ادا فرمائی تھی، اس کی تکمیل گویا "المبین" کے مؤلف مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کے قلم سے ہوئی ہے اور ممدوح نے خصوصاً اہل لغت پر احسان فرمایا ہے کہ ان کو ایک سخت مہلک مغالطے سے بچایا ہے۔ المبین میں صرف یہی نہیں کہ جرجی زیدان کی لغزشوں اور غلط کاریوں کی تصحیح و تسدید فرمائی گئی ہے، بلکہ عربی زبان کی خصوصیات، اس کاوش اور تحقیق سے قلم بند فرمائی ہیں کہ بے مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ سید سلیمان اشرف صاحب نے ایک ایسا نیا فن مدون فرما دیا ہے، جس کے دھندلے سے متفرق آثار اگلوں کی تصانیف میں نظر آتے تھے۔

المبین میں مؤلّف محقق (سیّد سلیمان اشرف) کے قلم نے ان دشوار گذار میدانوں کو فاتحانہ طے کیا ہے، جن کا نشان بھی اگلی کتابوں میں نہیں اور اگر ہے تو مجمل اور مبہم سا۔ لفظ قطن کی بابت تو ایسا دقیق نکتہ زیب قلم ہوا ہے کہ جس کو پڑھ کر قلب پر وہی کیفیت طاری ہوئی، جو برجستہ شعر کے سننے سے طاری ہوتی ہے۔ عربی زبان سے دشکر ہے تھوڑا بہت تعلق نصف صدی سے ہے، مگر جو مضامین المبین میں پڑھے، کبھی اس کا واہمہ بھی نہ ہوا کہ زبانِ عربی ان حقائق و معارف سے مالا مال ہے۔

بیان اتنا مدلل اور صاف ہے کہ ذہن بے تکلف اس کو قبول کرتا ہے۔ ہاں! عناد اور ضد کا علاج نہیں۔ (۱)

برہانِ ملت علامہ برہان الحق جبل پوری:

برہان ملت حضرت علامہ عبد الباقی برہان الحق رضوی جبل پوری (خلیفۂ امام احمد رضا بریلوی) اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں، جس سے معاصر علما و مشائخ میں علامہ سید سلیمان اشرف کی عظمت و رفعت اور اثر و رسوخ کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے۔ (طفیل احمد مصباحی)

(۱) المبین، ص: ۲۴۹-۲۵۰، دارالاسلام، پاکستان۔

(الف) رجب شریف ۱۳۳۹ھ مارچ ۱۹۲۱ء میں اجمیر شریف حاضری کے بعد بریلی حاضر ہوا۔ آستانۂ رضویہ بریلی شریف پر چند مقتدر علمائے کرام کی مجلس شوریٰ ہو رہی تھی۔ مولانا سید سلیمان اشرف صدرِ مجلس تھے۔ (۱)

(ب) سید سلیمان اشرف (اجلاسِ بریلی ۱۳۳۹ھ میں) تقریر کے لیے کھڑے ہوئے۔ تقریر کے دوران انھوں نے اپنا موقف نہایت وضاحت سے بیان کیا۔ اپنے موقف کی حمایت میں نہایت قوی دلائل پیش کیے اور "اتمامِ حجّتِ تامّہ" کا جواب طلب کیا۔ (۲)

استاذ العلما مفتی عبد اللطیف صاحب:

استاذ العلما مفتی عبد اللطیف صاحب قبلہ سابق پروفیسر جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد، دکن "المبین" اور اس کے مصنف علامہ سیّد سلیمان اشرف بہاری کی علمی و ادبی حیثیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

فاضل مؤلّف (علامہ سیّد سلیمان اشرف بہاری) کی دقیق رس اور حقیقت شناس نظر نے جب اس دسیسہ کاری (عربی زبان سے متعلق مستشرقین کی خرافات و لَغویات) کا احساس کیا تو رگِ ہاشمی اور غیرتِ علمی نے حرکت کی اور حمایتِ دینِ متین نے اصل حقیقت کے اظہار پر انھیں مجبور کیا اور ماشاء اللہ ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ یعنی جس طرح سے تحقیقات جدیدنے دو قدم آگے بڑھ کر حملہ کیا تھا، بعینہ مولانا نے بھی اسی طرح ٹھیک رگِ فاسد پر نشتر دیا۔ تناسب، وحدت اور اشتراک کو دلیل تسلیم کرکے اس امر کو ثابت کیا کہ سرے سے یہ غلط اور محض غلط ہے کہ عربی الفاظ کے واضعین نے عندالوضع الفاظ اور معانی میں جن خصوصیات اور تناسب و صفات کا لحاظ کیا ہے، دوسری السنہ (زبانوں) میں اس کا رائحہ (بُوباس، جھلک) بھی ہو اور اس امر کے ثابت کرنے میں فاضل مؤلّف کا استقرا سے نازک اور لطیف نتائج کا استخراج اور نتائج سے قواعد اور ضوابط کی جانب رہبری اس میں شک نہیں کہ یہ نہایت کٹھن اور دشوار راستہ ہے، جسے فاتحانہ طے کرنے کے لیے

(۱) اکرامِ امام احمد رضا، ص:۵۲۔
(۲) اکرامِ امام احمد رضا، ص:۵۲۔

فطرت کی طرف سے شاید یہی (سید سلیمان اشرف علیہ الرحمۃ) مقرّر ہوئے تھے۔

فاضل مؤلف کو میں اس امر پر مبارک باد دیتا ہوں کہ وہ اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے میں نہایت کامیاب ہوئے اور خود ان کی یہ کتاب (المبین) ان کی کامیابی کی صداقت پر کافی روشنی ڈالتی ہے۔ ظاہر میں گو یہ کتاب تحقیقات جدیدہ کے اُغلوطات اور سفسطیات کا ازالہ ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ ایک فنِ جدید کی بنیاد کا مستقل کتاب کی صورت میں "نقشِ اوّل" ہے۔ [۱]

مولانا سید سلیمان ندوی:

مولانا سید محمد سلیمان اشرف مرحوم خوش اندام، خوش لباس، خوش طبع، نظافت پسند، سادہ مزاج اور بے تکلف تھے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی ان کی خودداری اور اپنی عزت نفس کا احساس تھا۔ ان کی ساری عمر علی گڑھ میں گذری، جہاں اُمراء اور اربابِ جاہ کا تانتا لگا رہتا تھا، مگر انہوں نے کبھی کسی کی خوشامد نہیں کی اور نہ ان میں سے کسی سے دب کر یا جھک کر ملے۔ جس سے ملے برابری سے ملے اور اپنے عالمانہ وقار کو پوری طرح ملحوظ رکھ کر (ملے)۔ علی گڑھ کے سیاسی انقلابات کی آندھیاں بھی ان کو اپنی جگہ سے ہلا نہ سکیں۔ علی گڑھ کے عشرت خانہ میں ان کی قیام گاہ ایک درویش کی خانقاہ تھی۔ یہاں جو آتا جھک کر آتا۔ وہ نہایت فیاض، کشادہ دست اور سیر چشم تھے...۔

ان کی مجلس سدا بہار تھی۔ وہ خود سدا بہار تھے۔ فکر و غم کا ان کے ہاں گزر نہ تھا... ان کی تقریر و وعظ میں بڑی دلچسپی اور گرویدگی تھی... وہ کسی سے مناظرہ نہیں کرتے تھے اور جب کرتے تھے تو گتھ جاتے تھے۔ طبیعت میں ظرافت اور لطافت تھی۔ [۲]

آپ سلیمانوں (سلیمان منصور پوری، شاہ سلیمان پھلواروی وغیرہ) میں نام ور اور برتر تھے۔ [۳]

(۱) ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، اکتوبر ۱۹۳۰ء۔

(۲) ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، جون ۱۹۳۹ء، ص: ۴۰۳۔

(۳) تذکرہ علمائے اہل سنت ص: ۱۰۱، سنی دارالاشاعت فیصل آباد، پاکستان۔

ادیب و نقّاد پروفیسر رشید احمد صدیقی:

(الف) قد میانہ، رنگ صاف، جلد روشن، اعضا پتلے، نقشہ نرم و نازک، آنکھیں چھوٹی جن میں جذبات کا اتار چڑھاؤ چھلکتا تھا۔ نظر تیز و پُر اعتماد، انداز میں بانکپن، انگلیاں ایسی جن میں قلم، شمشیر و رُباب سب ہی زیب دیں۔

مولانا سید سلیمان اشرف اس جہان سے اٹھ گئے اور اپنے ساتھ وہ تمام باتیں لے گئے جو میرے لیے اب کسی اور میں نہیں... مرحوم کی شخصیت اتنی جامع اور متنوّع تھی کہ وہ ہر موضوع اور موقع سے اس خوبی عہدہ برآ ہوتے کہ ان کی صحبت میں جی لگتا اور کبھی یہ محسوس نہیں ہوا کہ فلاں کمی ہے جسے پورا کرنے کے لیے کسی اور کو ڈھونڈنا چاہیے۔ مولانا سلیمان اشرف مرحوم میں اپنے استاد مولانا ہدایت اللہ خاں جون پوری ہی کا جبروت و طنطنہ تھا۔ ان کی شفقت میں بھی جبروت کار فرما تھا۔ مرحوم کو جھجک کر یا گول مول باتیں کرتے نہ پایا۔

آواز میں کڑک، لچک اور دھمک تھی۔ خطابت پر آتے تو معلوم ہوتا کہ صفیں الٹ دیں گے۔ نماز پڑھاتے تو معلوم ہوتا کہ خدا کا کلام دوسروں کو پہنچانے میں اپنی اور اپنے مالک دونوں کی عظمت کا احساس ہے۔ علم و مذہب پر گفتگو کرتے تو اکثر جلال میں آجاتے لیکن اس کی شان ہی کچھ اور ہوتی۔ ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ علم یا مذہب کے بل پر یا ان کے ناموں کی حفاظت میں آمادۂ جہاد ہیں۔

جب بے تکلف دوستوں کے حلقے میں ہوتے تو ان کی باتوں میں شگفتگی، رنگینی و زیبائی ہوتی۔ مرحوم یاد آتے ہیں تو ذہن میں:
ع
عجم کا حسنِ طبیعت، عرب کا سوزِ دروں

کا نقشہ پھر جاتا ہے۔ (۱)

(ب) سید سلیمان اشرف مرحوم جسے دوست رکھتے اس سے نہایت خوش ہو کر آگے بڑھ کر جی کھول کر ملتے اور کوئی نہ کوئی خوش دلی کا فقرہ ضرور کہتے۔ مرعوب ہونا جانتے ہی نہ تھے، نہ کسی کی دولت سے، نہ کسی کے اقتدار سے۔ مذہبی عقائد میں کٹّر، سلوک میں بے لوث، جو جتنا

(۱) گنج ہائے گراں مایہ، ص:۱۹-۴۵، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، دہلی۔

چھوٹا ہوتا، اس سے اتنی ہی فروتنی سے ملتے۔ جو بڑا ہوتا اس سے کہیں بڑا ہو کر ملتے۔ علم کا وقار ان کے دم سے تھا۔ معزّز و محبوب مولوی میں نے ان ہی کو پایا۔ (۱)

علامہ سیّد نور محمد قادری:

(الف) حضرت علامہ و مولانا سیّد سلیمان اشرف صاحب بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سابق صدر شعبۂ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، نابغۂ عصر تھے اور حضرت علامہ اقبال کے اس لازوال شعر کے صحیح مصداق تھے۔

عمرہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تاز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

آپ تقریر و تحریر میں "علّمہُ البیان" کی نعمت سے سرفراز تھے۔ آپ کی تصانیف و تالیفات سے استفادہ کرنے والوں میں حکیم الامّت علامہ اقبال اور پروفیسر براؤن جیسی علمی شخصیات شامل ہیں۔ آپ کی تربیت سے پروفیسر ایم. ایم. احمد، سابق صدر شعبۂ فلسفہ کراچی یونیورسٹی، سید امیر الدین قدوائی، ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، قاری محمد انوار صمدانی، علامہ شبیر احمد غوری، ڈاکٹر سید معین الحق، پروفیسر رشید احمد صدیقی، پروفیسر ابواللیث صدیقی اور مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری وغیرہم کُندن بن کر نکلے۔

آپ نے جس موضوع پر قلم اٹھایا، اُسے "حرفِ آخر" بنا کر رکھ دیا۔ المبین لکھی تو عربی زبان و ادب کے شائقین متوالے ہو گئے۔ النور کو قلم بند کیا تو مخالفینِ تعلیماتِ محمّدی کے مُنہ بند ہو گئے اور خائب و خاسر ہو کر رہ گئے۔ حج کے موضوع پر قلم اٹھایا تو "الحج" نے دین کے متوالوں سے خراجِ عقیدت وصول کیا۔ (۲)

(ب) مولانا سیّد سلیمان اشرف بڑی جامع اور متنوّع شخصیت کے مالک تھے۔ طبیعت میں خودداری اور عزّتِ نفس کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ سید سلیمان اشرف نے تحریک عدم

(۱) گنج ہائے گراں مایہ، ۳۰، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، دہلی۔
(۲) معارف رضا، کراچی، ۱۹۸۶ء، ص: ۱۸۳۔

تعاون کے موقع پر علمی، قلمی اور فکری لحاظ سے جہاد کا حق ادا کر دیا اور مسلمان قوم اور اسلامی درس گاہوں کو بچانے کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ (۱)

(ج) حضرت مولانا سید سلیمان اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شمار ان نادرِ روزگار اشخاص میں ہوتا ہے جو اپنے انمٹ کارناموں کی بدولت حیاتِ جاودانی اختیار کر لیتے ہیں۔ مولانا جامع شریعت و طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ عصری علوم و فنون سے بھی بہرہ ور تھے۔ عربی زبان کے صرف عالم ہی نہیں بلکہ اس کی خوبیوں کے بھی رمز شناس تھے جو علم السنہ (لسانیات) میں اس کے لیے مابہ الامتیاز ہیں۔ اس موضوع پر ان کی کتاب "المبین" شائع ہوئی تو اس نے مشرق و مغرب سے خراج تحسین وصول کیا۔ اس عظیم کتاب سے مستفیض ہونے والوں میں حکیم الامت علامہ اقبالؔ اور مشہور مستشرق پروفیسر براؤنؔ جیسے اصحاب شامل ہیں۔ (۲)

پروفیسر ایم. ایم. احمد کراچی:

مولانا سید سلیمان اشرف صاحب ہندوستان کے مشہور عالم دین، علی گڑھ میں سب کے استاد تھے۔ دینیات کے ڈین تھے۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین وغیرہ سب ان کے شاگرد تھے اور بہت احترام کرتے تھے۔ مولانا، سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان میں بے مثال تھے۔ فلسفہ میں مولانا ہدایت اللہ خاں رام پوری کے شاگرد تھے علم و عمل کے یکساں پابند اور بڑے کھرّے انسان تھے۔ (۳)

پروفیسر سید امیر الدین قدوائی:

حضرت مولانا پروفیسر سید سلیمان اشرف صاحب قبلہ بڑے جیّد عالم اور مرتاض درویش تھے۔ وہ فیض کا دریا تھے۔ جس نے حسب ظرف جو کچھ ان سے حاصل کر لیا، اس کی برکت اسی نے نہیں بلکہ دنیا نے بھی دیکھی اور ان سے نفع پایا۔ (۴)

---

(۱) المبین، ص:۱۹، ۲۱، دارالاسلام، لاہور۔
(۲) الرشاد، دیباچہ، ج، مکتبہ رضویہ، لاہور۔
(۳) معارف رضا، کراچی ۱۹۸۲ء، ص:۹۵۔
(۴) ماہنامہ تاج کراچی "محمود نمبر" ج:۱۲، ص:۱۱۲۔

پروفیسر الحاج محمد زبیر مارہروی:

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی یہ امتیازی خصوصیات دیکھیے کہ اس کے بانی سر سیّد کے زمانے سے یہاں کے عملے میں ہندوستان اور بیرون ہند کے دینی و دنیوی علوم کے ممتاز ماہرین شامل ہوتے رہے ہیں۔ ان میں مولانا سیّد سلیمان اشرف جیسی انوکھی شخصیت کسی کی نہ تھی۔ انھوں نے انفرادیت کا جو درجہ حاصل کر لیا تھا، اس نے ان کے حسّاس مزاج کی راہیں سب سے الگ تھلگ کر دی تھیں........۔

مولانا اپنے زمانہ کے جیّد عالم تھے، لیکن ان کے تبحّرِ علمی پر جلال و جمال کے اتنے دبیز پردے پڑے ہوئے تھے، جنھیں موصوف کے مزاج کا شناسا ہی چھو سکتا تھا۔ ان کی شخصیت میں سنجیدگی، خودداری اور اصول پرستی، بڑی انفرادی شان رکھتی تھی۔ ان اوصاف پر ایسی انتہا پسندی (مذہبی نقطۂ نظر سے) غالب تھی کہ وہ اپنے دینی مسلک اور دنیوی معاملات میں اپنے پسندیدہ اصولوں سے ذرّہ برابر بھی سر کنارا روانہ رکھتے تھے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ ان کے دل میں کوئی نرم گوشہ نہ تھا۔ ان کے یہاں نرم مزاجی، خوش اخلاقی اور پیار و محبّت کے نقوش بھی ملتے ہیں، مگر وہ اپنے نظریات و خیالات کے اظہار میں شمشیر برہنہ تھے۔ ہر موقع پر ہر بڑی اور چھوٹی شخصیت کے سامنے سچی اور صحیح بات کو بلا تکلّف برملا کہہ دیتے تھے۔ (علی گڑھ میں بعد نماز عصر درسِ قرآن کے موقع پر) مولانا کی قادر الکلامی اور قرآنی مضامین پر ان کی دسترس کے دریا رواں ہوتے۔ بڑے جوش اور ولولے سے آیات کا ترجمہ، وضاحت اور تشریحات کے ساتھ ایسے مخصوص اور پُر اثر انداز سے فرماتے کہ مختلف ذہنی استعداد کے حاضرین کے دلوں پر نقش ہو جاتے تھے۔ (۱)

علامہ شبّیر احمد غوری:

(الف) حضرت مولانا سید سلیمان اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات گرامی مرجع اکابر و اعیان تھی۔ ان کی بارگاہ میں نہ صرف یونیورسٹی (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کے اکابر بلکہ ضلع علی گڑھ کے

(۱) ماہنامہ معارف کراچی ۱۹۹۲ء۔

رؤسائے عالی وقار اور شہر کے وجوہ واعیان حاضر ہوتے تھے۔[1]

(ب) حضرت مولانا اپنے وقت کے اکابر علما میں محسوب ہوتے تھے۔ وہ جامع الحیثیات، جامع العلوم اور جامع المعقولات والمنقولات تھے۔ اصل سلیمان اشرف وہ شخصیت نہ تھی جو آدم جی منزل (علی گڑھ) میں قیام پذیر تھی اور جس کے آستانہ کی زیارت اکابر یونیورسٹی اور اعیان شہر کے لیے موجبِ افتخار تھی۔ اصل سلیمان اشرف وہ نابغۂ روزگار شخصیت تھی، جو صحیح معنوں میں "جامع الحیثیات" "جامع العلوم" اور "جامعِ معقولات ومنقولات" تھی۔ اگر وہ طالبانِ حدیث کو علم حدیث نہ صرف درایتاً بلکہ روایتاً بھی پڑھاتے تو ان کی درس گاہ محدثینِ سابقین کی مجالس کی مثیل ونظیر بن جاتی اور اگر وہ نحو کے شائقین کو فنِ نحو کی تعلیم دیتے تو ان کی مجلسِ تعلیم مبرّد اور فرّاء کی مجلسِ علمیہ کی یادگار ثابت ہوتی۔[2]

(ج) زمانے کے بدلتے ہوئے حالات نے اس عبقری روزگار (سلیمان اشرف بہاری) کی غیر معمولی صلاحیتوں کی بالکل قدر نہ کی اور اس عبقری شخص کو جو محاکماتِ قدیمہ وجدیدہ کا درس دے کر علم وحکمت کے گوہر آبدار پرو سکتا تھا، بلکہ محقّق دوّانی اور میر صدرالدّین شیرازی کے حواشی کے درمیان "محاکمہ" کر سکتا تھا، صرف ہدایہ کے چند ابواب یا بخاری کی تدریس میں منحصر کر دیا گیا۔ پھر بھی مولانا کے علم کا بحرِ زخّار اس قید میں مقیّد رہنے پر خود کو راضی نہیں کر سکتا تھا۔[3]

عبدالماجد دریاآبادی:

(الف) اہلِ بہار کا ایک مرکز علی گڑھ (مسلم یونیورسٹی) بھی ہے۔ مولانا سیّد سلیمان اشرف مرحوم کی زبردست شخصیت، بعض نادر خصوصیات کی مالک تھی۔[4]

(ب) ۲۱-۱۹۲۰ء میں جب عدم تعاون کا طوفان اٹھا تو مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمود الحسن دیوبندی اور مولانا محمد علی جوہر نے اپنی تمام تر قوت علی گڑھ کالج (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

(۱) معارف رضا کراچی، ۱۹۹۳، ص:۲۱۵۔

(۲) معارف رضا کراچی، ۱۹۹۳ء، ص:۲۱۵۔

(۳) ایضاً ۱۹۹۳ء، ص:۲۳۵۔

(۴) ماہنامہ ندیم گیا، بہار نمبر ۱۹۴۰، ص:۳۳۔

کو بیخ و بن سے اُکھاڑنے کے لیے وقف کردی تو مولانا حبیب الرحمٰن شروانی، ڈاکٹر سر ضیاء الدین اور مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری ہی کی مساعی اور کوششوں سے مسلمانانِ ہند کا یہ عظیم ادارہ شکست وریخت سے محفوظ رہا۔ اگرچہ ان حضرات (سید سلیمان اشرف وحبیب الرحمٰن شیروانی) پر مخالفین کی طرف سے ہر طرح کے طعن و تشنیع کے تیروں کی بوچھار کی گئی، لیکن ان کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی۔ (۱)

(ج) مولانا سلیمان اشرف بڑے طنطنہ کی شخصیت تھے۔ (۲)

عبدالرزاق ملیح آبادی:

مولانا ابوالکلام آزاد کے پرائیویٹ سکریٹری عبدالرزاق ملیح آبادی مارچ ۱۹۲۱ء کے بریلی اجلاس کے عینی شاہد ہیں۔ حضرت مولانا سیّد سلیمان اشرف بہاری نے اس اجلاس میں جو تاریخ ساز خطبہ دیا تھا، یہ آج بھی تاریخ کے سینے میں محفوظ ہے۔ حضرت صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی، مفتی برہان الحق جبل پوری اور مولانا ابوالکلام آزادؔ کے علاوہ عبدالرزاق ملیح آبادی نے بھی آپ کی خطیبانہ عظمت، زباں دانی اور طلاقتِ لسانی کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

(مارچ ۱۹۲۱ء کے بریلی اجلاس میں) رضاخانی جماعت کی طرف سے خطیب مولانا سیّد سلیمان اشرف تھے اور اس میں شک نہیں کہ بڑے فصیح و بلیغ مقرّر تھے۔ موصوف کی تقریر نے جو بڑی لمبی تھی، پوری کانفرنس کو ہلا ڈالا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ اب اور کچھ کہنا ممکن نہیں۔ (۳)

مولانا ابرار حسین فاروقی گوپامئوی:

(الف) مولانا سیّد سلیمان اشرف مرحوم کو تدریس و تحریر اور تقریر پر غیر معمولی قدرت و مہارت حاصل تھی، ان کی تصانیف میں المبینؔ نامی کتاب نے علمی حلقوں میں کافی مقبولیت حاصل

(۱) ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۵۰ء، ص: ۴۸۱۔
(۲) تذکرہ علمائے اہل سنت، ص: ۱۰۱، سنّی دارالاشاعت، فیصل آباد، پاکستان۔
(۳) سالنامہ روشنی، ویشالی ۲۰۱۵، مدارس بہار نمبر، ص: ۲۹۹۔

کی، یہ عربی زبان کی فضیلت پر ہے، ہندوستان اکیڈمی نے اس پر انعام بھی دیا تھا۔

(ب) حضرت مولانا سید سلیمان اشرف مرحوم و مغفور کے علم و فضل کا اندازہ وہ لوگ خوب کر سکتے ہیں جنھوں نے ممدوح سے درس لیا، یا ان کے مواعظ حسنہ سنے، ان کا وعظ سیدھے سادے الفاظ میں تصنّع، تکلّف اور لفّاظی کے بغیر بڑا دلکش ہوتا تھا۔

(ج) مولانا مرحوم و مغفور کا اخلاق بے مثال تھا، لیکن خودداری اور عزت نفس کے ساتھ جو کسی زمانے میں شرافت کا معیار اور اس کا جزوِ اعظم تھا، اس کو ممدوح نے کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ میرے نزدیک مولانا ان ممتاز علما میں تھے جنھوں نے دنیائے انسانیت کو یہ سبق دیا تھا کہ علمائے دین اور پیشوایانِ شرع متین کی کس طرح عزت کی جائے۔

(د) آپ کی بے خوفی اور بے باکی بے مثال تھی، وہ کسی کے علم و دولت کے آگے جھکنا جانتے ہی نہ تھے، لیکن اہل فضل و کمال کی بڑی قدر کرتے تھے، علم دین نے ان کو مجسم خلق اور انسانی خوف سے بے نیاز کر دیا تھا، مزاج میں انتہا درجہ کی نفاست تھی۔ (۱)

مولانا ابوبکر محمد شیث فاروقی جون پوری:

مولانا ابوبکر محمد شیث فاروقی جون پوری، سابق ناظمِ تعلیمات مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمۃ سے بڑے گہرے مراسم اور مخلصانہ تعلقات تھے۔ جون پور سے علی گڑھ تک دونوں میں دوستانہ روابط رہے۔ جناب ابوبکر محمد شیث فاروقی، بارگاہِ سلیمانی کے مقرّبین میں سے تھے اور سید سلیمان اشرف کے علم و فضل کے قائل اور مدّاح تھے۔ آپ کے وصال کے بعد نماز جنازہ پڑھانے کے لیے آپ ہی کا انتخاب ہوا۔ مگر رخسار کے زخم سے ریم آنے کے سبب معذوری کا اظہار کیا اور سیّد سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمۃ کے بارے میں یہ تاریخی جملہ کہا: اس آخری خدمت کے بجانہ لانے کا افسوس ہے۔ ہمارے درمیان سے سردار اٹھ گیا۔ (۲)

(۱) ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، فروری ۱۹۷۵ء۔
(۲) گنج ہائے گراں مایہ، ص: ۷۸۔

ڈاکٹر عابد احمد علی علیگ:

(الف) استاذِ محترم مولانا سیّد سلیمان اشرف پر حضرت مولانا بریلوی (امام احمد رضا محدث بریلوی) کا اتنا اثر تھا کہ میں نے مولانا احمد رضا خاں قدس سرّہ کی عظیم شخصیت کا اندازہ در اصل استاذ محترم کی شخصیت ہی سے لگایا۔ مجھے مولانا سلیمان اشرف سے شرفِ تلمّذ کے علاوہ انتہائی قرب بھی حاصل رہا۔ وہ اپنے معتقدات اور ایمانیات میں منطقی استدلال اور علوم عقلیہ میں خوش کلامی اور قوّتِ بیان میں حضرت مولانا (محدّث بریلوی) کے انداز وکیفیات کو اپنا چکے تھے۔ غیر اسلامی شعائر کی مذمّت میں تشدّد، کانگریس اور ہندوؤں کی ہم نوائی کرنے والے لیڈروں اور عالموں کے متعلق سخت گیر رویّہ، مشرکین کو نجس سمجھنا اور ان کے معاملے میں کسی قسم کی مداہنت روانہ رکھنا، یہ سب صفات دونوں بزرگوں (امام احمد رضا بریلوی و سید سلیمان اشرف بہاری) میں مشترک تھیں۔ اسی طرح عشقِ رسول ﷺ کے معاملے میں طبیعت کا ایک والہانہ انداز بھی سید سلیمان اشرف صاحب میں حضرت فاضل بریلوی ہی کی طرف سے آیا تھا۔ (۱)

(ب) مولانا احمد رضا بریلوی نے در اصل ملّی شعور کی تازگی اور بقا کے لیے ایک تحریک پیدا کر دی تھی۔ ان کی یہ تحریک بعد میں بھی جاری رہی، جس میں استاذ محترم مولانا سید سلیمان اشرف مرحوم نے بہت کام کیا، جس کا میں ذاتی طور پر گواہ ہوں۔ (۲)

پروفیسر ابو اللیث صدیقی:

(الف) درباروں کا حال ہم نے بہت سنا اور بہت پڑھا ہے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ایک دربار مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کا تھا۔ ایک عالم، فاضل اور مومن کا دربار جن کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ مجھے تو مولانا کے یہاں جانے کا کم ہی اتفاق ہوا۔ واقعہ یہ تھا کہ مجھ پر مولانا کی شخصیت کا کچھ ایسا سحر ہوا تھا کہ میں حاضر ہونے سے خوف کھاتا۔ (۳)

(۱) مقالاتِ یوم رضا، سوم، ص:۹، ۱۹۷۱ء، مطبوعہ پاکستان۔

(۲) ایضاً، ص:۱۳، ۱۹۷۱ء

(۳) رفت وبود، ص:۱۱۵، ادارہ یادگارِ غالب، کراچی۔

(ب) میں نے بہت سی یونیورسٹیاں دیکھی ہیں۔ بڑے بڑے علما کو دیکھا اور قریب سے دیکھا اور پرکھا ہے، لیکن سیّد سلیمان اشرف جیسا عالم میں نے نہیں دیکھا۔ (۱)

مولانا سیّد شیر علی صاحب: (پروفیسر جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد، دکن)

جناب مولانا سیّد شیر علی صاحب قبلہ، پروفیسر جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد، دکن نے ''المبین'' کا تعارف و تبصرہ کرتے ہوئے اس کے مصنّف رئیس المحقّقین حضرت علامہ سیّد سلیمان اشرف بہاری علیہ رحمۃ الباری کی دل کھول کر تعریف و توصیف کی ہے اور سید سلیمان صاحب کی بلند پروازی، استقامت رائے اور ذہانت و طبّاعی کی داد دی ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

میں نے ''المبین'' کو دیکھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اِن اہم اور لطیف مضامین اور اس دل فریب اور سحر آفریں اندازِ بیاں سے کس قدر متاثر ہوا ہوں۔

اُس جلیل القدر فاضل (سیّد سلیمان اشرف بہاری) کی بلند پروازی، اِستقامت رائے، سلامت روی، طبّاعی اور قوتِ ممیّزہ کو اِس رسالہ نے منصۂ ظہور پر لاکر بٹھا دیا۔ خصوصًا ساتواں باب بالخصوص ''بے مثل مطالعہ صحیفہ کائنات'' کہ اِس سے میں تو چکا چوند میں آگیا۔ نہیں جانتا کہ اِس کو سحر کہوں یا کرامات۔ میں آج تک کسی مضمون کے دیکھنے سے ایسا متاثر نہیں ہوا۔

میں بکمالِ وثوق یہ کہتا ہوں کہ ''المبین'' کے مطالعہ سے بہت ہی بیش بہا معلومات کا اِضافہ اور بہت سی غلط فہمیوں کا اِزالہ ہوگا۔ اِس کتاب کے سات باب ہیں۔ ہر باب میں مضمون کی بلندی اور بلندیِ مضمون کے ساتھ دلیل کی مضبوطی، پھر بیان کی آسانی، یہ ایسی خوبیاں ہیں، جن کا لطف بغیر مطالعہ کتاب حاصل ہو نہیں سکتا۔ اِس لیے میں اِس وقت علم دوست حضرات سے اِس سے زیادہ عرض کرنا مناسب نہیں سمجھتا کہ ''المبین'' کا مطالعہ فرمائیں۔

اولاً یہ کہ مصنف نے برہان و دلیل اور تائید و تقویت میں جو لطیف فرق ہے، اُس کا لحاظ ہر موقع اِستدلال پر کمالِ لطف و خوبی کے ساتھ ملحوظ رکھا ہے۔ (۲)

---

(۱) رفت و بود، ص:۱۱۷، کراچی۔

(۲) المبین، ص:۲۵۹، دارالاسلام، لاہور، پاکستان۔

فنِ منطق میں دست گاہ رکھنے والا "المبین" کے برہان و تقویت کے فرق کو ہر موقع استدلال پر نمایاں دیکھ کر خاص لطف حاصل کر سکتا ہے۔

دوسری خوبی قابلِ بیان یہ ہے کہ "المبین" نے جن خیالات اور مذاہب کا ذکر کیا ہے، وہ موافق ہوں یا مخالف، اِس خوبی اور وضاحت سے بیان کیا ہے کہ گویا یہ خیال "المبین" ہی کا خیال ہے۔ خصوصاً جرجی زیدان کا مغالطہ اور اس کا رد، ایسا ہی حکایت صوتی کے اصل کا بیان اور اس کا جواب، ان مباحث کا مطالعہ فی الحقیقت بصیرت افروز انصاف کا نمونہ ہے۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ مخالف مذہب کو جواب کے وقت مجیب حضرات توڑ مروڑ کر بدنما صورت میں پیش کرتے ہیں، برخلاف اس کے "المبین" نے حتی الامکان آراستہ کرکے دکھایا ہے، جو نہایت راست بازی اور امانت داری کا نتیجہ ہے۔

میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جو شخص فی الجملہ السنہ اور ان کے متعلقہ اصول کی اہمیت اور وقعت سے واقف ہوگا اور اس کی "المبین" تک رسائی ہوگی، وہ مشرقی ہو یا مغربی، مستشرق ہو یا اُس کے اتباع میں سے ہو، وہ بالاضطرار عربی کے افضل الالسنہ ہونے اور "المبین" کے بے مثل ہونے کا اِعتراف کرے گا۔[1]

ڈاکٹر عبد الباری ندوی:

(الف) سرفروشانِ تحریک علی گڑھ کے سلسلۂ زرّیں کی داستان بڑی طویل اور تہ دار ہے، مولانا سیّد سلیمان اشرف بھی انھیں چند ہستیوں کی صف میں نظر آتے ہیں۔ ان کی شخصیت کے رنگ و روپ کی امتیازی شان اور انفرادیت بہت کچھ ابھر کر سامنے آتی ہے جب ہم ان کی دینی خدمات کو سامنے رکھ کر ان کے دینیات سے متعلق درس عوام و خواص کے لیے قرآنِ حکیم کا روزانہ تفسیری بیان اور ان کی تصنیفی و تالیفی کاوشوں کا جائزہ لیتے ہیں لیکن ایک دوسرے رُخ سے علمائے ہند کی صف میں مولانا کی نابغۂ روز گار شخصیت ہمیں اور زیادہ قد آور نظر آتی ہے جب ہم ملّتِ بیضا کے تئیں سیاسی اور امورِ تمدّن میں ان کی بصیرتوں سے بھی قدرے قربت کی صورت پیدا کرتے

(۱) ایضاً، ص:۲۶۰۔

ہیں۔ ان کی تحریریں، ان کے بلند سیاسی افکار، اسلامی ثقافت و تمدّن کی تاریک بینیوں اور قومی و ملّی درد کے تب و تاب کا پرتو نظر آتی ہیں۔ (۱)

(ب) آپ کی علمی سرگرمیاں بھی کچھ کم نہ تھیں۔ آپ کی ذات جامعِ معقولات و منقولات تھی۔ آپ اپنے وقت کے بہترین مقرّرین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ صاحبِ طرز ادیب تھے۔ آپ کی ادبی موشگافیاں اپنا ایک مقام رکھتی ہیں۔ (۲)

(ج) تحریک آزادی کے باب میں مولانا سلیمان اشرف کی قدر و قیمت دو حیثیتوں سے اور بڑھ جاتی ہے۔ ایک طرف تو وہ مولانا فضل حق خیر آبادی کی تحریک آزادی کی سرفروشیوں سے بہرہ ور ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں.......۔

دوسری طرف آپ کا تعلق دبستانِ علی گڑھ اور تحریکِ سر سیّد سے یوں جڑا رہا کہ آپ نے مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ دینیات کے صدر اور ناظم کی حیثیت سے تقریباً ۳۰/ سال علی گڑھ میں گذارے تھے۔ آپ کی تحریروں میں سر سیّد کے تعلیمی مشن اور اصلاح ملّت و معاشرہ کی جھلک صاف نظر آتی ہے۔ (۳)

بحیثیت مجموعی ہم کہہ سکتے ہیں کہ مولانا سید سلیمان اشرف کے سیاسی شعور سے فکر و آگہی کی بالغ نظری کا پتہ چلتا ہے۔ ان کے سیاسی افکار آج بھی ملک میں پیش آمدہ حالات کے پس منظر میں یقیناً اپنی افادیت اور مناسبت رکھتے ہیں اور ہمارے لیے رہنمائی کے اسباب فراہم کرتے ہیں۔ (۴)

مولانا محمد حنیف ندوی:

(الف) "المبین" مولانا سلیمان اشرف مرحوم سابق صدر شعبۂ علومِ اسلامیہ، علی گڑھ کی معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔ اس کا موضوع اُن تلبیسات و شکوک کا اِزالہ ہے، جن کو "فلسفۃ

(۱) سہ ماہی فکر و نظر، علی گڑھ، مارچ ۱۹۹۱ء، ص:۴۵۔
(۲) سہ ماہی فکر و نظر، علی گڑھ، مارچ ۱۹۹۱ء، ص:۴۹۔
(۳) ایضاً، ص:۵۰، ۵۱۔
(۴) ایضاً، ص:۵۴۔

اللغة العربية" کے مصنف جرجی زیدان نے عربی زبان کی اہمیت و وقار کو گزند پہنچانے کے لیے وضع کیا۔ المبین کی حیثیت ایسے ادبی اور تحقیقی شاہ کار کی ہے، جس میں ایک طرف اگر زبان اور اسلوب کا اچھا خاصا چٹخارہ پایا جاتا ہے، تو دوسری طرف تحقیق و تفحّص کی ایسی نادرہ کاری بھی جلوہ کناں ہے، جو علمی حلقوں سے خصوصی داد پانے کی مستحق ہے۔ (۱)

(ب) مولانا سلیمان اشرف نے عربی زبان کے فضائل اور خوبیوں کو جس بلند لسانی سطح پر پیش کیا ہے اور تحقیق و تفحص کے جن موتیوں کو رولا اور ترتیب دیا ہے، اُس سے اِس حسین و مکمل زبان کے بارے میں دو ہی منطقی نتیجے نکالے جاسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ یا تو اس کی زلف و کاکل کو سنوارنے اور چمکانے میں بڑی حد تک مشّاطۂ قدرت کے دست ہنر پرور کا براہِ راست کرشمہ کار فرما ہے اور یا پھر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ ماہر لسانیات نے سوچ سمجھ کر اس کے مزاج و نہج کو ترتیب دیا ہے۔ (۲)

(ج) ہماری رائے میں یہ کتاب "المبین" اپنے موضوع کی اہمیت، محتویات کی وسعت و تحقیق اور بلیغ تر ادبی اسلوب کے لحاظ سے اس لائق ہے کہ عربی زبان سے لگاؤ رکھنے والا ہر شخص اس کا مطالعہ کرے۔ (۳)

حضرت علّامہ عبد المصطفیٰ اعظمی:

علی گڑھ کالج (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) میں حضرت مولانا سید سلیمان اشرف علیہ الرحمۃ پروفیسر دینیات جو میرے استاذ حضرت صدر الشریعہ قبلہ قدس سرّہ العزیز کے ہم سبق تھے، ان کی خدمت میں بھی چند مرتبہ حاضر ہوا۔ کبھی کبھی مجھ سے علمی سوالات بھی فرماتے اور میرے جوابوں سے بہت محظوظ ہوتے۔ سید سلیمان اشرف صاحب نہایت پر شکوہ، خوش پوشاک اور بہت ہی جیّد فاضل معقول و منقول تھے اور اپنی جلالتِ علم اور قوّتِ تفہیم میں بلا شبہہ یکتائے روزگار تھے۔ (۴)

(۱) المبین، ص:۲۶۳، دارالاسلام، لاہور۔

(۲) ایضاً، ص:۲۶۳، لاہور۔

(۳) ایضاً، ص:۲۶۴۔

(۴) معمولات الابرار بمعانی الآثار، ص:۱۲۹، محمّدی بک ڈپو، دہلی۔

نقّاشِ فطرت خواجہ حسن نظامی دہلوی:

گورا رنگ، مضبوط جسم، گنجان داڑھی، تیز و چمک دار آنکھیں، عمر پچاس کے قریب۔ بہار (بہار شریف، ضلع نالندہ، بہار) میں مکان ہے۔ علی گڑھ میں دینیات کے پروفیسر ہیں۔ صوفیانہ مشرب رکھتے ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنّف ہیں۔ تقریر ایسی تیز اور مسلسل کرتے ہیں جیسے ای. آئی. آر کی ڈاک گاڑی۔ دورانِ تقریر صرف درود شریف پڑھنے کے لیے تھوڑی دیر میں وقفہ ہوتا ہے۔ ورنہ (ان کی تقریر سے) یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمالہ کی چوٹی سے گنگا کی دھارا نکلی ہے جو ہردوار تک کہیں رُکنے اور ٹھہرنے کا نام نہیں لے گی۔ بیان کی ایسی روانی آج کل ہندوستان کے کسی عالم میں نہیں ہے۔ تقریر میں محض الفاظ ہی نہیں ہوتے بلکہ ہر فقرے میں دلیل اور علمیت کا انداز ہوتا ہے۔ (۱)

سیّد مسعود حیدر بخاری و پروفیسر نثار احمد چودھری:

اللہ تعالیٰ نے سنّی بریلوی علما جو ملّتِ اسلامیہ کی اکثریت کے نمائندے تھے، کو یہ توفیق دی کہ وہ تحریکِ پاکستان اور دو قومی نظریہ کے مسلسل مؤیّد و حامی رہے۔ حضرت مولانا سیّد سلیمان اشرف جو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے خلیفہ اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں دینیات کے پروفیسر تھے۔ اس زمانے میں بھی ہندو مسلم اتّحاد کو غلط قرار دیتے تھے جب تحریک خلافت کی وجہ سے مسلمان قائدین نے گاندھی جی کو اپنا لیڈر بنالیا تھا، وہ (سیّد سلیمان اشرف) کفر و اسلام کے اتّحاد کو خواہ انگریز کے ساتھ ہو یا ہندو کے ساتھ، خارج از امکان قرار دیتے تھے۔ (۲)

سیّد بدرالدین احمد عظیم آبادی:

(الف) مولانا سیّد سلیمان اشرف برسوں ہندوستان کے علم و کمال کے اُفق پر آفتاب

(۱) ماہنامہ کتابی دنیا، کراچی، جنوری تا فروری ۱۹۶۷، بحوالہ درویش جنتری ۱۹۲۳ء۔
(۲) الرشاد، ابتدائیہ، مکتبہ رضویہ، لاہور۔

بن کر چمکتے رہے۔ کتنے نئے پودوں نے ان کے جگر کی حرارت سے قوّتِ نموپائی اور کتنی بے نوا آنکھوں میں ان کی روشنی سے بینائی آئی۔ مولانا سیّد سلیمان اشرف کی نجی زندگی کے حالات، ان کے علمی مشاغل، ان کی خطابت، ان کی صوفی منشی، ان کے گھر کی شگفتہ مجلسیں، ان کے گرد مشاہیر کا مرجوعہ، علمائے ہند میں ان کا مرتبہ، ان کا کردار، ان کا وقار، اپنے لوگوں کے ساتھ ان کی بے لوث محبّت، غیروں کے ساتھ بھی ان کی شفقت و مروّت، ان کی حق بینی اور صداقت پسندی، ان سب خصوصیات کا بیان ایک دفتر چاہتا ہے۔ حقیقت میں انھیں خصوصیات نے مولانا کو ان کے ہم عصروں میں اونچا کر رکھا تھا۔ ہم اور آپ بھول جائیں تو بھول جائیں، مگر مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے در و دیوار اور چپّہ چپّہ پر اُن کی داستان عظمت ہمیشہ ثبت رہے گی۔ (۱)

(ب) مولانا اگرچہ علی گڑھ کالج میں دینیات کے پروفیسر تھے، مگر پوری یونیورسٹی پر چھائے رہتے تھے۔ وہ سب سے الگ رہتے تھے، مگر لوگ ان کو اپنے سے الگ نہیں سمجھتے تھے۔

مولانا بڑے شیریں گفتار تھے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ مضامین یا کوئی معمولی گفتگو ہو، سب پر بڑی شگفتگی کے ساتھ تقریر کرتے۔ ان کی گفتگو میں مزاح بھی ہوتا، ادب کا لطف بھی ہوتا اور نئے نئے جملے اور محاورات کی عکّاسی بھی ان کی گفتگو میں نگینہ بن کر چمکتی۔ علمِ خطابت میں ان کا درجہ ہندوستان کے بڑے بڑے خطیبوں اور مقرّرین کے مقابلہ میں مانا ہوا تھا۔ (۲)

مولانا عبید اللہ خاں دُرّانی:

مولانا سلیمان اشرف صاحب دِن میں کٹّر مولوی اور رات کو "مست فقیر" ہوتے تھے۔ ان سے میری اکثر رات کے وقت تنہائی میں ملاقات ہوتی۔ اس وقت مولانا ایک مستی کے عالم میں ہوتے۔ مثنوی کے اشعار پڑھتے، گاتے، جھومتے، رقص کرتے۔ ان کی یہ حالت ہی عجب ہوتی تھی۔ (۳)

(۱) عظیم آباد کی تہذیبی داستان، ص:۳۲۸،۳۳۱، بہار اردو اکیڈمی، پٹنہ۔

(۲) ایضًا، ص:۳۳۴، بہار اردو اکیڈمی، پٹنہ۔

(۳) السّبیل، ص:۱۴۰، بحوالہ دُرِّ عینی، ص:۱۲۴، تاج کمپنی، کراچی۔

جناب ولی الدین ولؔی علیگ:

مولانا سید سلیمان اشرف اندر سے خسرؔو جیسا سُوز اور باہر سے ہوش مندی و عقل مندی کے پیکر تھے۔ مولانا سلیمان اشرف صاحب عوام کے سامنے ایک ماہر فن عالم، متّقی، پارسا، شرع و آئین کی پابندی کا مجسّمہ بن کر پیش ہوتے۔ دن کا سارا وقت درس و تدریس، عبادت ریاضت میں صرف ہوتا۔ جب کبھی محفلِ میلاد ہوتی تو مولانا اپنی تقریر میں علم و عرفان اور عشق و محبّت کا ایک دریا بہادیتے۔ پھر جب سلام پیش ہوتا اور اس کے بعد قدمِ مبارک، موئے مبارک کے تبرّکات باہر نکالے جاتے تو حاضرین شاہد ہیں کہ محفل پر انوار کی بارش ہوتی۔ ملائکہ کا نزول ہوتا۔ سرکار ﷺ کی سواری تشریف لاتی اور مولانا سلیمان اشرف کا یہ انداز ہوتا کہ "دن دنیا کا، رات یار کی۔"(۱)

نواب مشتاق احمد خاں حیدرآبادی:

تحریکِ خلافت (۱۹۱۹ء) و تحریکِ عدمِ تعاون (۱۹۲۰ء) کے جذباتی و ہیجانی دور کا ایک اہم واقعہ بیان کرتے ہوئے نواب مشتاق احمد خاں حیدرآبادی (فرزند نواب فخریار جنگ، وزیر مالیات، حیدرآباد، دکن) لکھتے ہیں:

یہ تحریک عدمِ تعاون کا زمانہ تھا۔ سب چھوٹے بڑے نتائج سے بے پرواہ ہوکر اُسی رو میں بہے جا رہے تھے۔ مولانا سیّد سلیمان اشرف بہاری اُن معدودے چند بزرگوں میں سے تھے، جنھیں اس تحریک سے اختلاف تھا۔

ان کی نظر میں اس تحریک کے بعض مُضمرات مسلمانوں کے عقائد اور مفاد کے منافی تھے۔ مثلاً شردھانند جیسے کٹّر ہندو کو تقریر کے لیے مسجد میں بلانا، ایک ناقابلِ برداشت جسارت تھی۔ مولانا سیّد سلیمان اشرف اپنے خیالات کا اظہار کُھلّم کُھلّا اور لگی لپٹی کے بغیر کردیتے تھے۔ رو میں بہ جانے والوں نے، خاص طور سے بعض علمائے کرام نے انھیں بہت کچھ بُرا بھلا کہا اور

(۱) دُرِّ عینی، ص:۱۲۵، تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی۔

اخباروں میں اور رسالوں میں ان کے خلاف لعن طعن ہوتی رہی، مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوئے۔

ایک دن جب سیّد سلیمان اشرف مرحوم تفسیرِ قرآن کا درس دے رہے تھے۔ مولانا محمد علی جوہؔر جنھوں اس زمانے میں اپنا مستقر علی گڑھ کو بنالیا تھا، طلبہ کے ایک گروہ کے ساتھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی مسجد میں آئے اور قریب آکر مولانا (سیّد سلیمان اشرف) پر ایک فقرہ چست کر دیا۔ اس کے بعد میں نے جو کچھ دیکھا اور سُنا وہ مولانا کی اعلیٰ شخصیت اور کردار کی بلندی کا واضح ثبوت ہے۔

اس دن میں نے مولانا سیّد سلیمان اشرف صاحب کو بڑے جلال میں دیکھا۔ ان کی یہ بات میں کبھی نہیں بھول سکتا کہ: آپ لوگوں (محمد علی جوہؔر و ابوالکلام آزاد وغیرہ کانگریسی علما) نے مذہبی اصول اور فقہی مسائل کو تماشا بنادیا ہے۔ میں زندہ رہا تو دیکھوں گا کہ کون حق پر ہے؟[1]

کیپٹن خالد دُرّانی:

معروف اسکالر کیپٹن درّانی، سیاسیات، معاشیات، تاریخ، تاریخ اسلام، اسلامی مطالعہ۔ فارسی و اردو کے ماہر اور بین الاقوامی امور پر ماسٹرز کی ڈگری رکھنے کے علاوہ ایل. ایل. ایم.، ایم. ایڈ. اور ایم. بی. اے. ہیں۔ کیپٹن درّانی صاحب، سیّد سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمۃ کی سیاسی بصیرت اور ان کی کتاب ''النّور'' کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

Two Nation Theory and "Tahreek-e-Khilafat" has been the focus of this book. The Learned Professor (Syed Suleman Ashraf) has had deep in sight and has driven home to the reader what miseries the points under debate have brought to the fate of million of Indian Muslims.

ترجمہ: یہ کتاب ''النّور'' دو قومی نظریہ اور تحریک خلافت کے گِرد گھومتی ہے۔ اس موضوع پر فاضل پروفیسر (سیّد سلیمان اشرف بہاری) کی نظر گہری ہے۔ وہ کروڑوں مسلمانوں کی خستہ حالی کا سبب بننے والے امور کی نشان دہی قارئین پر بڑے مؤثر پیرائے میں کرتے ہیں۔[2]

(۱) ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، ص:۹۲، جون ۱۹۷۷ء۔

(۲) السّبیل، ص:۴۵، ادارہ پاکستان شناسی، لاہور۔

پروفیسر فرّخ صابری صاحبہ:

(الف) پروفیسر فرّخ صابری صاحبہ نے سیّد سلیمان اشرف بہاری قدس سرّہ کی کتاب، "النّور" کی اشاعتِ جدید کو وقت کی اہم ترین ضرورت قرار دیتے ہوئے آپ کی دینی، ملّی اور سیاسی خدمات کو سراہا ہے اور "النّور" کے فکر انگیز اور چشم کُشا مندرجات پر روشنی ڈالتے ہوئے اس حقیقت کا برملا اعتراف کیا ہے کہ: اس کتاب میں تحریک خلافت اور تحریک ترکِ مُوالات کے دوران کانگریسی لیڈروں کے دجل وفریب کا شکار ہوجانے والے (ملّی) رہنماؤں کا ذکر ہے۔ سیّد سلیمان اشرف کے نزدیک یہ مسلم قائدین کوتاہ بینی کے شکار ہو چکے تھے۔ اس کتاب "النّور" نے اسلامیانِ برّصغیر پاک و ہند کی آنکھیں کھول دیں۔ یہ کتاب دو قومی نظریہ پر ایک مستند تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ (۱)

(ب) ہوسکتا ہے آج پون صدی بعد کا قاری اس کتاب میں مذکور مسائل اور مباحث کی نزاکت نہ جانے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ "النّور" کی اشاعتِ جدید اُس دور کی مستند تاریخ ضرور سامنے لاتی ہے جب کہ بہت سے مصائب آج بھی ہماری روح سے چمٹے ہمارے بے حس رویّوں پہ گریہ وزاری کرتے ہیں۔ تاریخ کا طالب علم، قاری اور محققین حضرات دونوں اس کاوش (النّور کی اشاعتِ جدید) کو تحسین کی نظر سے دیکھیں گے۔ (۲)

مفتی اعجاز ولی خاں رضوی بریلوی:

علّامہ سیّد سلیمان اشرف علیہ الرحمۃ، اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا محدّث بریلوی) کے حسبِ ارشاد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے منسلک ہوئے۔ آپ رشد وہدایت کے پیکر، صداقت و دیانت کے مجسّمہ تھے۔ سیاسی بصیرت میں لاثانی تھے۔ (۳)

---

(۱) السّبیل، ص:۴۵، ادارہ پاکستان شناسی، لاہور۔
(۲) السّبیل، ص:۴۶، ادارہ پاکستان شناسی، لاہور۔
(۳) سالنامہ روشنی، ویشالی ۲۰۱۵ء، مدارسِ بہار نمبر، ص:۲۸۹۔

علّامہ عبدالحکیم شرف قادری:

(الف) دنیائے علم و فضل کے تاج دار، میدانِ تحقیق و تدقیق کے شہ سوار مولانا سیّد سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمۃ کو قدرتِ ایزدی نے حیرت انگیز صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ خطابت میں بلا کا زور تھا۔ آپ جس وقت گفتگو فرماتے تو دریا کی روانی کا نقشہ سامنے آجاتا۔ (۱)

(ب) (۱۴/ رجب ۱۳۳۹ھ کو جمعیۃ العلما اور جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی شریف کے مابین اتمام حجّت سے متعلق سید سلیمان اشرف) کی تقریر کو پڑھ کر مولانا کی حق گوئی، صلابتِ رائے اور ان کی چھا جانے والی شخصیت کا گہرا احساس دل پر نقش ہو جاتا ہے۔ (۲)

(ج) مولانا سیّد محمد سلیمان اشرف نے متعدّد کتابیں تحریر فرمائیں، جن میں بیان و برہان کا زور پوری طرح جلوہ گر ہے۔ آپ نے جب "النّور" اور "الرّشاد" جیسی کتابیں لکھ کر ہندو نواز کانگریسی لیڈروں کا شرعی نقطۂ نظر سے محاسبہ کیا تو مخالفتوں کا طوفان کھڑا ہو گیا۔ تحریر و تقریر کے ذریعے آپ کے خلاف پروپگنڈا کیا گیا۔ لیکن آپ کوہِ وقار بنے رہے اور طعن و تشنیع کی پرواہ کیے بغیر اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ (۳)

(د) مولانا سلیمان اشرف نے عربی زبان کے فضائل اور خوبیوں کو ایک بلند لسانی سطح پر پیش کیا ہے اور تحقیق و تفحص کے بیش بہا موتیوں کو رولا اور ترتیب دیا ہے۔ ہماری رائے میں یہ کتاب اپنے موضوع کی محتویات کی وسعت و تحقیق اور بلیغ تر ادبی اسلوب کے لحاظ سے اس لائق ہے کہ عربی زبان سے لگاؤ رکھنے والا ہر شخص اس کا مطالعہ کرے۔ (۴)

پروفیسر مجید اللہ قادری:

مولانا سیّد سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمۃ کو قدرتِ ایزدی نے بہت سی خوبیوں سے نوازا

(۱) عظمتوں کے پاسبان، ص:۹۶، ممتاز پبلی کیشنز، لاہور۔
(۲) ایضاً، ص:۱۰۱۔
(۳) عظمتوں کے پاسبان، ص:۱۰۶، ممتاز پبلی کیشنز، لاہور۔
(۴) عظمتوں کے پاسبان، ص:۱۰۹، ۱۱۰، لاہور۔

تھا۔ خطابت میں بلا کا زور تھا۔ علی گڑھ میں آپ کی قیام گاہ آدم جی منزل علما و فضلا کا مرجع تھا۔ مولانا سیّد سلیمان اشرف صاحب، صاحبِ تصنیف و تالیف بزرگ تھے۔ درجن کے قریب بلند پایہ کتابیں آپ کے قلم سے نکلیں۔ المبین عربی زبان کے فضائل و خصوصیات اور اس کے تفوق و بالادستی پر ایک نادر کتاب ہے۔ المبین کو ۱۹۳۰ء میں ہندوستان اکیڈمی الہ آباد نے اعزاز سے نوازا اور بہترین کتاب ہونے کے سبب مصنّف کو پانچ سو روپے انعام بھی ملا تھا اور جس کمیٹی نے انعام کی سفارش کی، اس میں نیازؔ فتح پوری، پروفیسر رشید احمد صدیقی، سیّد سجّاد حیدر یلدرم اور سیّد سلیمان ندوی جیسی باکمال ہستیاں تھیں۔

شاگرد کے لحاظ سے سید سلیمان اشرف صاحب بڑے خوش قسمت تھے۔ آپ کے درجنوں شاگرد مثلاً، پروفیسر رشید احمد صدیقی، ڈاکٹر سر ضیاء الدین، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، پروفیسر محمود احمد، سید امیر الدین قدوائی، ڈاکٹر ذاکر حسین وغیرہم علمی دنیا میں ماہتاب و آفتاب بن کر چمکے۔ (۱)

ڈاکٹر حامد علی علیمی:

محبّ گرامی جناب مولانا آصف اقبال صاحب قبلہ دام ظلہ، پاکستان کے توسّط سے آبروے علم و حکمت جناب ڈاکٹر حامد علی علیمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے رئیس العلما حضرت مولانا سیّد سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمۃ پہ ایک مبسوط اور شان دار مضمون قلم بند فرماکر فقیر طفیل احمد مصباحی عفی کو بذریعۂ ای میل ارسال فرمایا۔

ڈاکٹر حامد علیمی صاحب نے اپنے اس مضمون میں سید سلیمان اشرف صاحب کی حیات و خدمات کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی ہے۔ بعض گوشے ایسے بھی ہیں جن پر اب تک کسی ادیب و صاحبِ قلم نے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ سیّد سلیمان اشرف سے متعلق ڈاکٹر حامد علیمی صاحب کے بعض تاثرات و اعترافات اسی مضمون سے اخذ کر کے ہم قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اس علمی تعاون پر ہم جناب آصف اقبال صاحب اور علیمی صاحب کے شکر گزار ہیں۔

(طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

---

(۱) تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، ص:۱۴۶، ۱۵۲، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی۔

(الف) رئیس العلما حضرت مولانا سیّد سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدّث بریلوی علیہ الرحمۃ کے جلیل القدر خلفا میں سے تھے۔ آپ ایک دین دار اور ذی علم و ذی وجاہت سادات گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ مولانا کی نجی زندگی کے رکھ رکھاؤ کا مطالعہ کیجیے تو ہمیں ان کی افتادِ طبع میں جلال و جمال کا ایک حسین مرقّع نظر آتا ہے۔

پروفیسر سیّد سلیمان اشرف اُن حضرات میں سے ہیں، جن کی خداداد صلاحیتوں سے دین و ملّت کو بہت تقویت ملی۔ ان کی غیر معمولی دینی غیرت و حمیّت اور مومنانہ حق گوئی و بے باکی نے انھیں اپنے معاصرین میں ایک منفرد مقام بخشا۔ ان کی تحریریں ان کے بلند سیاسی افکار، اسلامی ثقافت و تمدّن کی باریک بینیوں اور قومی و ملّی درد کا پرتو نظر آتی ہیں۔

(ب) جب ہم ملّی شعور، سیاسی افکار اور وطنی آزادی سے متعلق کاوشوں کا جائزہ لیتے ہیں تو مولانا سیّد سلیمان اشرف بھی برّصغیر کے ان ممتاز علما کی صف میں نظر آتے ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے سیاسی بصیرت سے نوازا تھا اور جن کا دل ملّت بیضا کی فکری بیداری اور ان کے روشن مستقبل کے لیے آشنائے درد تھا۔ ان کی سیاسی بصیرت اور ملّی آگہی سے متعلق کاوشوں کے ثمرات النّور، البلاغ اور الرّشاد میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

یہ کہے بغیر چارۂ کار نہیں کہ اگر علمائے ہند کے سیاسی رجحانات اور ان کی کارکردگی کی تاریخ مدّ نظر رکھی جائے تو مولانا سیّد سلیمان اشرف بھی ایک بلند مقام پر نظر آتے ہیں۔ بلا شبہ آپ کی ذات جامعِ معقولات اور منقولات تھی۔ آپ اپنے وقت کے بہترین مقرّرین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ ایک صاحبِ طرز ادیب تھے۔ آپ کی ادبی موشگافیاں اپنا ایک مقام رکھتی ہیں۔ دیگر کتابوں کے علاوہ مولانا کی مشہور و معروف اور معرکۃ الآرا تصنیف "المبین" بھی اردو زبان و ادب میں ایک خاصے کی چیز ہے۔ اردو میں لسانیات کے مباحث پر مخصوص نگارشات کا جائزہ لیا جائے تو شاید برّصغیر میں یہ اپنے طرز کی پہلی کتاب ہوگی۔ بلا شبہ سیّد سلیمان اشرف علیہ الرحمۃ کی ذاتِ گرامی آج بھی اہلِ علم و فضل کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ خصوصًا جامعات اور کالجوں میں پڑھنے پڑھانے والوں کے لیے رہبر و رہنما ہے۔

ڈاکٹر محمد حسن امام قادری:

(الف) عدمِ تعاون کی تحریک کے زمانے میں سید سلیمان اشرف صاحب نے ایک کتاب ''النور'' تصنیف فرمائی، جس میں دو قومی نظریہ پر کھل کر بحث کی اور ان غیر شرعی اقوال کا جو مولانا عبد الباری فرنگی محلّی، مولانا شوکت علی اور مولانا ابوالکلام آزاد کی زبان سے نکلے تھے، ردِّ بلیغ فرمایا اور آیات واحادیث سے ثابت کر دیا کہ کفر ملّتِ واحدہ ہے۔ اس کتاب نے آگے چل کر علی گڑھ کالج کے طلبہ پر بڑا گہرا اثر ڈالا اور دو قومی نظریہ کو عام کرنے میں یہ کتاب بہت ممّد و معاون ثابت ہوئی۔ (راقم کے نام ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی سے موصول ہونے والی تحریر سے ماخوذ)

(ب) سیّد سلیمان اشرف صاحب آل انڈیا سنّی کانفرنس کے ایک بنیادی رکن تھے۔ الجمعیۃ العالیہ المرکزیہ (۱۹۲۵) مراد آباد کی تشکیل میں موجود تھے۔

علّامہ اقبال کے خطبہ الہ آباد کے مؤیّدین میں سے تھے۔ حضرت علّامہ اقبال اور آپ کے درمیان اچھے تعلقات تھے۔ علّامہ اقبال آپ کے ایک پرچۂ امتحان کے ممتحن بھی رہ چکے تھے۔

پروفیسر محمد مسعود احمد مجدّدی:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے خلفا نے تبلیغی، تدریسی، صحافتی اور تصنیفی میدانوں کے علاوہ سیاسی میدان میں بھی قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں۔ چنانچہ تحریکِ خلافت، تحریکِ ترکِ مُوالات، شدھی تحریک، تحریکِ پاکستان میں آپ کے صاحبزادگان اور خلفا نے جو خدمات انجام دی ہیں، وہ ناقابلِ فراموش ہیں۔ ان حضرات میں پروفیسر سیّد سلیمان اشرف قابلِ ذکر ہیں۔ (۱)

پروفیسر عبد الرّقیب حقّانی:

مولانا سید سلیمان اشرف کی منفرد خصوصیات نے ان کو ہم عصروں میں ممتاز کر رکھا تھا۔

(۱) خلفائے محدّث بریلوی، ص:۴۰، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی۔

مولانا نے اپنا سب کچھ علی گڑھ (مسلم یونیورسٹی) کو دے رکھا تھا اور اسی کو اپنا مستقل مستقر (جائے قیام) بنالیا تھا۔ مولانا کا علم و عرفان مرجعِ خاص و عام تھا۔ یونیورسٹی کے طلبہ مولانا کی سادگی سے بہت متاثر تھے۔ مولانا کے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد ہندوستان و پاکستان میں پھیلی ہوئی ہے۔ (۱)

سیّد محمود احمد رضوی:

یہ حقیقت ہے کہ دور خلافت میں علمائے اہل سنت نے خصوصاً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی، حضرت مولانا سید سلیمان اشرف بہاری، شیخ المحدثین حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی، نے جو موقف اختیار کیا، بعد کے حالات و واقعات نے اس کے حق و صواب ہونے اور ہر لحاظ سے مسلمانانِ ہند کے لیے صحیح و درست ہونے پر مُہر تصدیق ثبت کردی۔ (۲)

مولانا سیّد رکن الدین اصدق مصباحی:

(الف) بحر العلوم حضرت علّامہ سید سلیمان اشرف بہاری صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کی جامع اور ہمہ گیر شخصیت کا فیضانِ علم مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) کے تعلق سے پورے ملک کو محیط ہے اور آپ کے دینی، ملّی اور جماعتی کارناموں کے سبب آج تک سوادِ اعظم اہل سنت کی کلاہِ افتخار اونچی ہے۔ آپ کی قادر الکلامی اور سحر بیانی کے آگے غیروں کا ناطقہ سر بگریباں تھا......۔

(ب) ملک العلما حضرت مولانا شاہ محمد ظفر الدین رضوی بہاری اور بحر العلوم حضرت مولانا سید سلیمان اشرف اصدقی، بہاری، صوبۂ بہار کی یہ دور ایسی قدآور شخصیت ہیں جو کسی نہ کسی رخ سے اپنے تمام معاصرین پر تفوّق رکھتی ہیں اور جن کا علمی دبدبہ اغیار بھی محسوس کرتے تھے۔

دانش وروں کی دنیا میں ان کے فنّی کمال کا سکّہ چلتا تھا۔ الہ آباد (یوپی) کے اندر تمام مذاہب کے نمائندوں کی موجودگی میں گاؤکُشی کے مسئلے پر پنڈت مدن موہن مالویہ (بانی بنارس

(۱) ارضِ بہار اور مسلمان، ص:۴۲۳-۴۲۲، خدابخش لائبریری، پٹنہ۔
(۲) سراج اہل تقویٰ سیدی ابوالبرکات، ص:۲۲، پاکستان۔

ہندو یونیورسٹی) سے حضرت علامہ سلیمان اشرف بہاری کا تاریخ ساز مکالمہ اس کا روشن ثبوت ہے۔(۱)

پروفیسر طلحہ رضوق برقؔ:

(الف) صوبۂ بہار کی خاکِ مردم خیز سے اٹھنے والی چند گراں مایہ علمی شخصیتوں میں حضرت مولانا سید سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام نامی بہت ہی ممتاز اور نمایاں انفرادیت کا حامل ہے۔(۲)

(ب) مولانا سید سلیمان اشرف حنفی المذہب، سُنّی اور اپنے عقائد میں بہت ہی سخت تھے۔ انھیں حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ سے ایک خاص لگاؤ اور گہری عقیدت و محبت تھی۔ تحریر و تقریر ہو یا علمی بحث و مباحثہ، وہ (سید سلیمان اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سب پر حاوی رہتے اور مناظروں میں اپنی بے مثال طبّاعی اور بے نظیر جودتِ فکر سے حریف کو ٹکنے نہیں دیتے تھے۔(۳)

مولانا یٰسین اختر مصباحی:

(الف) سرزمین بہار کی عظیم المرتب شخصیت، عالمِ جلیل و رجلِ عظیم علامہ سید سلیمان اشرف قدس سرہ جو بیسویں صدی عیسوی کے نصف اول میں صرف سرزمین بہار کی شان نہیں، بلکہ علی گڑھ کے ماحول میں اپنی دینی و علمی و فکری فضیلتوں اور نمایاں اخلاقی خوبیوں کے ساتھ علمائے سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کی عظمتوں کا نشانِ امتیاز بن کر کوہِ وقار کی طرح بلند و سرفراز رہا۔(۴)

(۱) سید سلیمان اشرف بہاری: حیات اور کارنامے، ص:۷۔
(۲) نقد و سنجش، ص:۱۵۵، دانش اکیڈمی، آرہ، بہار۔
(۳) نقد و سنجش، ص:۱۶۲-۱۶۳، داناپور، بہار۔
(۴) سالانہ روشنی، ویشالی ۲۰۱۵ء کا ''مدارسِ بہار'' نمبر ص:۲۸۔

(ب) آپ سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کے بلند پایہ مفکر و مدبّر عالم دین تھے۔ عقائد و معمولات اہل سنت کے مکمل پابند ہی نہیں بلکہ ان کے داعی و مبلغ و ترجمان بھی تھے۔ دینی و فکری اصابت و استقامت اور حق گوئی آپ کا طرّۂ امتیاز تھا۔ تحریک خلافت و تحریک ترک موالات و تحریکِ ہجرت وغیرہ کے سنگین بحرانی دور میں بھی آپ ہر مسئلہ میں صحیح و صائب فکرِ اسلامی پر جبلِ مستقیم کی طرح قائم رہے۔ (۱)

(ج) حضرت مولانا سید سلیمان اشرف کی دینی و فکری بصیرت، حالات کا عمیق مطالعہ، اصابتِ رائے، مستقبل کے اثرات و نتائج پر گہری نظر، جرأت و استقامت وغیرہ، ان جملہ اوصاف و کمالات کے روشن نقوش آپ کی تحریروں سے ظاہر ہیں......۔

مولانا سلیمان اشرف اپنی فکرِ مستقیم، بصیرت و ژرف نگاہی، اور استقامتِ رائے میں طبقہ علمائے کرام میں ممتاز و منفرد حیثیت کے مالک اور پُر وقار و باوزن شخصیت کے حامل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اکابر علمائے کرام کی موجودگی میں بھی صدارت و نمائندگی کا قرعہ فال آپ ہی کے نام نکلتا تھا، جس کے کئی ایک مستند تاریخی شواہد میرے علم و مطالعہ میں ہیں۔ (۲)

(د) تحریک خلافت ۱۹۱۹ء و تحریکِ ترکِ موالات ۱۹۲۰ء کے ہنگامہ خیز دور میں مولانا سید سلیمان اشرف نے علی گڑھ میں بیٹھ کر اپنے قلم کے ذریعہ مسلمانانِ ہند کی فکری رہنمائی کی۔ سرزمین بہار کی یہ عظیم شخصیت ایسی ہے کہ علما و محققین و مؤرخین کو اپنے مطالعہ و تحقیق کے ذریعے اس کی خدمات کو زیادہ سے زیادہ اُجاگر کرنا چاہیے۔ مولانا سید سلیمان اشرف بہاری نے اپنے عہد و عصر میں ملکی سطح پر اپنی خدمات کے گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔ (۳)

جناب ظہور الدین خاں امرتسری:

(الف) اسلامیِ ہند کے آسمان پر جو ستارے علم و آگہی کے روشن ہوئے، ان میں ایک

(۱) ایضًا، ص:۲۸۸۔
(۲) سالانہ روشنی، ویشالی ۲۰۱۵ء کا "مدارسِ بہار" نمبر ص:۲۹۸۔
(۳) سالنامہ روشنی، ویشالی ۲۰۱۵، ص:۳۰۷، مدارس بہار نمبر۔

ممتاز اور نمایاں نام حضرت مولانا سید سلیمان اشرف علیہ الرحمۃ کا بھی ہے..... مولانا سلیمان اشرف جہاں شریعت وطریقت دونوں کے ''مجمع البحرین'' تھے، وہیں وہ علمائے معقولات اور اربابِ فلسفہ وحکمت کے درمیان مقامِ بلند پر فائز دکھائی دیتے ہیں، جس پر ان کی تصانیف شاہد عادل ہیں۔ (۱)

(ب) پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری جہاں ایک قادر الکلام مقرر، دور بیں محقق، صاحبِ طرز ادیب، ایک عظیم مدبّر اور بہترین معلم تھے، وہیں آپ کی حیثیت بطور ''ماہر تعلیم'' مسلّم تھی۔ ۲۶-۱۹۲۵ء میں جب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں میٹرک سے لے کر ایم،اے تک کے شعبۂ دینیات کے لیے نصاب مرتب کرنے کی ضرورت پڑی تو نصاب مرتّب کرنے والی کمیٹی میں دیگر ماہرینِ تعلیم میں سید سلیمان اشرف صاحب بھی شامل تھے۔ (۲)

(ج) برّعظیم پاک وہند میں مولانا سیّد سلیمان اشرف ان ممتاز علما کی صف میں شامل ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے دینی وسیاسی بصیرت سے نوازا تھا اور جن کا دل ملّتِ بیضا کی فکری بیداری اور اس کے روشن مستقبل کے لیے آشنائے درد تھا۔ لیکن کیا یہ پرلے درجے کی بے حسّی اور احسان فراموشی نہیں کہ پون صدی کا عرصہ گذرنے کے باوجود ان کی حیات اور کارناموں پر کوئی خاطر خواہ یا مبسوط کام نہ ہوسکا۔ (۳)

جناب طالب ہاشمی:

مولانا سیّد سلیمان اشرف علم وفضل کا بحرِ زخّار اور ظاہری وباطنی خوبیوں کا پیکرِ جمیل تھے۔ ان کا وجود علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے لیے آیۂ رحمت کی حیثیت رکھتا تھا۔ ہزاروں تشنگانِ علم ان کے فیضانِ علمی سے بہرہ یاب ہوئے اور پھر اپنے اپنے دوائر (حلقے) میں ان کے نام کو روشن کیا۔ (۴)

---

(۱) دیباچہ السّبیل، ص:۹، ادارہ پاکستان شناسی، لاہور۔
(۲) دیباچہ السّبیل، ص:۲۹، لاہور۔
(۳) السّبیل، ص:۴۶، لاہور۔
(۴) السّبیل، ص:۱۱، ادارہ پاکستان شناسی، لاہور۔

پروفیسر معین الدین عقیل:

یہ کتاب ''السّبیل'' ہماری تعلیمی زندگی اور خاص طور پر مطالعات اسلامی کے نشیب وفراز کو نہ صرف ہمارے ماضی کی کاوشوں اور جدّو جہد اور عزائم و مقاصد کے ساتھ ہمارے سامنے لاتی ہے، بلکہ اگلے کسی سہانے وقت میں کسی جامعہ (یونیورسٹی) یا علمی ادارے کو اسلامی تعلیمات یا مطالعاتِ اسلامی کے فروغ و نفاذ کا جذبہ تحریک دے، تو یہ اس کے کام آسکے گی۔ یہ تصنیف اس اعتبار سے اہم ہے کہ اس میں جامعات کے لیے بلکہ اعلیٰ دینی مدارس کے لیے نہ صرف ان کی دینی و علمی ضرورتوں اور تقاضوں پر روشنی ڈالی گئی ہے، بلکہ ایک مکمل اور معیاری نصاب کے لیے تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں، جن کے مطابق ایک عمدہ اور مفید نصاب تیار کیا جاسکتا ہے۔ [۱]

ڈاکٹر وحید عشرت:

(الف) مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں جو درد دل رکھنے والے علما تھے، ان میں شعبۂ علوم اسلامیہ کے سربراہ سید سلیمان اشرف بہاری کا اسمِ گرامی نمایاں ہے۔ مولانا سید سلیمان اشرف ایک جیّد عالم تھے.......۔

مولانا سید سلیمان اشرف کی یہ کتاب ''البلاغ'' ماضی کے گہرے تجزیے پیش کرتی ہے اور نہ صرف سلطنتِ عثمانیہ کے زیروبم سے ہمیں آگاہ کرتی ہے، بلکہ اس کے عروج وزوال کی داستان بھی سناتی ہے اور اسلام وخلافت کے باب میں اسلام کا تصوّرِ خلافت بھی بیان کرتی ہے۔ [۲]

(ب) غالباً علامہ اقبال نے یہ قول سید سلیمان اشرف سے ہی لیا ہو گا کہ طاقت کے بغیر دین محض ایک نظریہ فلسفہ ہے... علامہ اقبال کے افکار سید سلیمان اشرف کے افکار سے کتنے ہم آہنگ ہیں، اس میں کلام نہیں... یہ کتاب (البلاغ) پُر حکمت اور بلیغ افکار سے بھری ہوئی ہے۔ اس کتاب کی ضرورت ان کے اپنے دور میں بھی تھی اور آج بھی اسی طرح اس کی ضرورت ہے کہ

(۱) السّبیل، ص:۵۹، ادارہ پاکستان شناہی، لاہور۔

(۲) البلاغ دیباچہ، اع، ادارہ پاکستان شناسی لاہور۔

مسلمانوں پر اب بھی یہ حالتِ جاں کنی طاری ہے۔

مولانا سلیمان اشرف چوں کہ دینیات کے استاذ تھے، لہٰذا کتاب کا انداز و مزاج بھی دینی ہے۔ ہمارے عام طبقے سے زیادہ علما کو اس کتاب کا گہری نظر سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ تاکہ وہ آج کے مسائل کا حل ڈھونڈ سکیں۔ (۱)

خواجہ رضی حیدر:

(الف) حضرت محدث سورتی کے تلامذہ میں مولانا سید سلیمان اشرف بہاری کا ذکر بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ کیوں کہ آپ علومِ دینی کے ساتھ ساتھ علوم دنیوی پر بھی نگاہ رکھتے تھے اور شاید اس کی وجہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے آپ کی بحیثیت استاد وابستگی تھی، جہاں آپ کو خالصتًا دنیاوی نہج پر سوچنے والے افراد سے سابقہ پڑتا تھا اور آپ ان کی روحانی تشنگی کا ازالہ فرماتے تھے... حضرت محدّث سورتی، سید سلیمان اشرف کی ذکاوتِ علمی سے بے پناہ متاثر تھے اور نہایت شفقت سے آپ کے ساتھ پیش آتے۔ (۲)

(ب) مولانا سید سلیمان اشرف کی علی گڑھ سے وابستگی، بایں معنیٰ کراماتِ اولیاء میں داخل تھی کہ اس دورِ پُرفتن میں جب کہ ہر طرف سے اسلام پر اور خصوصًا تقلید ائمۂ اربعہ پر یلغار ہو رہی تھی اور نام نہاد علماء کا ایک طبقہ مقامِ مصطفیٰ ﷺ کو نعوذ باللہ گھٹانے کی فکر میں صبح و شام مصروفِ عمل تھا، مولانا سید سلیمان اشرف بلاکم و کاست اور بغیر از مصلحت نہ صرف ان کے خلاف سینہ سپر تھے، بلکہ فقہِ حنفی کے متصلّب پیرو کار بھی تھے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا قیام جن افراد کے ہاتھوں عمل میں آیا تھا، ان کے عقائد و نظریات سے کون واقف نہیں؟ خود مولانا سلیمان اشرف ان کے بارے میں بڑے واضح نظریات رکھتے تھے اور ان کا برملا اظہار بھی کرتے تھے۔ لیکن آپ کی حرارتِ ایمانی کے آگے کسی کی کیا مجال کہ حرف آرائی کر سکے۔ (۳)

---

(۱) البلاغ، دیباچہ، ادارہ پاکستان شناسی، لاہور۔

(۲) تذکرہ محدّث سورتی، ص: ۲۴۴، ۲۴۵، رضا اکیڈمی، ممبئی۔

(۳) تذکرہ محدّث سورتی، ص: ۲۴۵، ۲۴۶، ممبئی۔

(ج) آپ نے ۱۳۳۹ھ میں بریلی کے مقام پر ابوالکلام آزاد سے ترکِ مُوالات، ذبیحۂ گاؤ پر پابندی اور غیر مسلموں سے الحاق و اتّحاد کے موضوع پر مناظرہ کرکے ابوالکلام آزاد کو تاریخی شکست سے ہم کنار کیا۔(۱)

مولانا محمود احمد قادری رفاقتی:

رئیس العلما حضرت علامہ و مولانا سیّد محمد سلیمان اشرف بہاری قدس سرّہ قادر الکلام مقرّر تھے۔ فاضل بریلوی مولانا شاہ احمد رضا خاں نے جمعیۃ علما کے جلسۂ منعقدہ بریلی میں مولوی ابوالکلام آزاد جیسے لسّان کے مقابلہ میں آپ کو بلایا۔ مولوی ابوالکلام نے آپ کی تقریر کا وزن محسوس کیا۔ ۱۹۰۲ء میں جب آپ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامک اسٹڈیز کے چیئرمین ہوکر گئے تو جامع مسجد (علی گڑھ) میں بعد جمعہ آپ کی تقریر ہوئی۔ بعد تقریر حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی نے غایتِ مسرّت سے آپ کو اپنے سینے سے لگایا اور حسنِ تقریر کی داد دی۔ اجمیر شریف میں بموقعِ عرس پاک آپ کا خصوصی وعظ ہوتا تھا۔ آپ ممتاز صاحبِ قلم بھی تھے۔ عربی زبان کی فضیلت و برتری میں "المبین" نامی کتاب تالیف کی۔ مشہور مستشرق پروفیسر براؤن نے "المبین" کو دیکھ کر کہا: مولانا نے اس عظیم موضوع پر اردو میں یہ کتاب لکھ کر ستم کیا۔ عربی یا انگریزی میں ہوتی تو کتاب کا وزن اور وقار مزید بڑھ جاتا۔ ڈاکٹر اقبال نے بھی ایسے ہی کلمات بوقتِ ملاقات کہے۔ فارسی شعر و ادب کی تاریخ سے متعلق آپ کی بلند پایہ علمی و تحقیقی کتاب "الانھار" کے بارے میں فارسی و عربی و اردو کے محقق و ادیب مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی نے رائے دی کہ: سیّد سلیمان اشرف کی کتاب الانہار، شبلی کی "شعر العجم" سے بہتر ہے۔ حج کے موضوع "الحج" نامی کتاب تالیف کی۔ مولانا شروانی (حبیب الرحمٰن) نے اس کو حج کے موضوع پر سب سے اچھی کتاب قرار دیا۔

آپ بڑی آن بان کے عالم تھے۔ کلمۂ حق کہنے میں کسی کی رعایت نہیں فرماتے تھے۔ علماء و مشائخ، طلبہ و علومِ دینی کے خاص قدرداں تھے۔(۲)

(۱) تذکرہ محدث سورتی، ص:۲۴۶، رضا اکیڈمی، ممبئی۔
(۲) تذکرہ علمائے اہل سنّت، ص:۱۰۰، سنّی دارالاشاعت، فیصل آباد، پاکستان۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی:

مولانا سیّد سلیمان اشرف بہاری مارچ ۱۹۲۱ء میں بریلی میں جمعیتِ علمائے ہند کے زیرِ اہتمام ایک کانفرنس میں شریک تھے۔ کانفرنس میں انھوں نے ہندوؤں کی جانب مولانا ابوالکلام آزاد کے میلان کو ہدفِ تنقید بنایا اور انھوں نے اپنی عالمانہ شان و شوکت سے ثابت کر دیا کہ ہندوؤں کے ساتھ "مُوالات" بھی ایسے ہی حرام ہے، جیسے انگریزوں کے ساتھ۔ (۱)

محمد اسحاق بھٹی:

۱۹۱۵ء سے ۱۹۵۳ء تک سرزمین ہند میں چار سلیمانؔ تھے۔ جن کی گوناگوں خدماتِ علمی کے شور سے پورا ملک گونج رہا تھا اور جن کی شہرت و فضیلت پر پرواز لگا کر برصغیر کے طول و عرض میں پھیل گئی تھی۔

وہ (چاروں سلیمان) یہ تھے:

(۱)- قاضی سلیمان منصور پوری (۲)- شاہ سلیمان قادری پھلواروی

(۳)- سیّد سلیمان اشرف بہاری (۴)- سیّد سلیمان ندوی

جہاں یہ چار سلیمان جمع ہو جاتے تھے، کہا جاتا تھا: ہندوستان کا علم جمع ہو گیا ہے۔ (۲)

ڈاکٹر شفیق اجمل قادری:

(الف) حضرت علّامہ سیّد سلیمان اشرف جہاں بہترین معلّم تھے، وہیں ایک دوررس ماہرِ تعلیم بھی تھے۔ سیاسی شعور اور ملّی مسائل میں بصیرت کے تعلّق سے آپ معاصر اور ممتاز عالموں میں نہایت قدر آور نظر آتے ہیں۔ ملّت کی فکری بیداری اور روشن مستقبل کے پس منظر میں مولانا نے اپنے کرب و اضطراب کی کہانی اردو زبان میں اسلامی تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی تصنیف

(۱) معارف رضا، کراچی، ۱۹۸۳ء، ص: ۲۳۸۔

(۲) بزمِ ارجمنداں، ص: ۳۵۱، الکتاب انٹرنیشنل، دہلی۔

''النور'' ''البلاغ'' اور''الرّشاد'' میں پیش کیا ہے۔ مولانا نے نہ صرف فکری بلکہ علمی جہاد کا نمونہ پیش کرتے ہوئے ملّتِ اسلامیہ اور قومی درس گاہوں کے وقار کو بچانے کی بھرپور کوشش کی۔ [۱]

(ب) مولانا سیّد سلیمان اشرف کی تحریریں اعلیٰ ادبی شہکار اور اردو ادب کے قیمتی خزانے ہیں۔ جن میں بیان کے جوش اور زور، شوکت و جلال اور ندرتِ خیال کے نگار خانے آراستہ ہیں۔ ان کی ادبیت کا یہ کمال ہے کہ سیاست جیسے بے رنگ اور تحقیق و تنقید جیسے خشک موضوع پر بھی جب وہ قلم اٹھاتے ہیں تو ان کا قلم اپنی بہاریں دکھاتا ہے۔ ان کی شستہ اور دل پذیر تحریروں کو اردو ادب کا ''اعلیٰ شہکار'' کہا جاسکتا ہے۔ (ان کی تحریروں سے) معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ کی لہروں میں معانی کا سیلِ رواں گذر رہا ہے۔ مولانا کی تصانیف کے مطالعے سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو قدرت نے خامۂ زر نگار عطا فرمایا تھا۔ اگر وہ شعوری طور پر انشاء پردازی کے میدان میں قدم رکھتے تو اردو ادب میں ایک انفرادی مقام حاصل کرنے میں کامیاب رہتے۔ [۲]

ڈاکٹر ابوذر متین:

مولانا سید بدرالدین علوی (شاگردِ رشید مولانا سید سلیمان اشرف بہاری) کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی ملازمت کے اثنا یہاں کی تہذیب و ثقافت، علمی و ادبی فضا اور روایات و اقدار کو قریب سے مشاہدہ کرنے کے مواقع نصیب ہوئے۔ نیز یہاں کی علمی، ادبی اور دینی شخصیات سے آپ کے تعلّقات اور مراسم استوار ہوئے۔ ان میں قابلِ ذکر نواب صدر یار جنگ مولانا محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی، مفتی سید عبداللطیف صاحب، پروفیسر جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد، دکن ہیں۔ ان کے علاوہ مولانا سیّد سلیمان اشرف جو مولانا علوی (سید بدرالدین) کے استاذ بھائی اور شعبۂ دینیات (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کے مایۂ ناز عالم، استاذ اور ''المبین'' جیسی مایۂ ناز کتاب کے مصنّف ہیں۔ علوی صاحب نے مولانا سیّد سلیمان اشرف صاحب سے بھی اپنی قیام گاہ سے قریب اور اپنے ہم مذاق ہونے کی وجہ سے ان کے یہاں بھی روزانہ عصر و مغرب

(۱) علماے اہل سنّت کی علمی وادبی خدمات، ص:۲۸۷، القلم فاؤنڈیشن، پٹنہ۔
(۲) علمائے اہلِ سنت کی علمی وادبی خدمات، ص:۲۹۴، ۲۹۵۔

کے درمیان حاضری کا معمول بنالیا اور ان کی مجالس سے مستفید ہونے لگے۔ (۱)

مولانا اسید الحق قادری بدایونی:

"خیر آبادیات" کے سلسلے میں حضرت مولانا سلیمان اشرف بہاری کی اہم خدمت علّامہ فضل حق خیر آبادی کے رسالہ "امتناع النظیر" کی اشاعت ہے۔ یہ رسالہ پہلی مرتبہ آپ ہی کی کوشش سے زیورِ طباعت سے آراستہ ہوا۔

مولانا سلیمان اشرف نے (رسالہ امتناع النظیر میں) جابجا حاشیہ میں مشکل الفاظ کے معنٰی بھی تحریر کر دیے ہیں۔ بالخصوص علّامہ کے قصیدہ میمیہّ کے بین الطور اور حاشیہ میں حلِّ لغات اس خوبی سے درج کیے ہیں کہ قصیدہ سمجھنا آسان ہو گیا ہے۔ (۲)

اسلامک میگزین "تحفّظ" کراچی کا بیان:

بریلی شریف میں تحریکِ خلافت کے اراکین (ابوالکلام آزاد وغیرہ) نے (مارچ ۱۹۲۱ء میں) ایک جلسہ رکھا، جس میں علمائے اہل سنّت (مثلاً حضور حجۃ الاسلام، حضور صدر الشریعہ، حضرت صدر الافاضل، علامہ سیّد سلیمان اشرف بہاری، ملک العلماء، برہانِ ملت وغیرہم) بھی مدعو تھے۔ اس موقع پر بدمذہبوں سے مناظرے کی ٹھن گئی۔ مخالفین کو ابوالکلام آزاد کی طلاقتِ لسانی اور زبان آوری پر بڑا ناز تھا۔ ان مخالفین کی طرف سے ابوالکلام آزاد اور اہلِ سنّت کی طرف سے حضرت علّامہ سیّد سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مقرّر ہوئے۔ جب مناظرہ شروع ہوا تو علامہ سید سلیمان اشرف علیہ الرحمۃ نے سوالات کی بوچھار کر دی۔ ابوالکلام آزاد اور اس کے رفقا گھبرا اُٹھے۔ حتّٰی کہ جس وقت علامہ سید محمد سلیمان اشرف نے تقریر شروع کی تو ایسا لگا کہ ابوالکلام آزاد کو گویا سانپ سونگھ گیا ہو یا گونگے ہو گئے ہوں۔ اس موقع پر ابوالکلام آزاد تھر تھر کانپ رہے تھے اور پوری تقریر میں ایک لفظ تک نہیں بولے۔ اس طرح سید سلیمان اشرف اور دیگر علمائے اہلِ سنّت کی بدولت مناظرے کا فیصلہ اہل سنّت کے حق میں ہوا۔ (یہ بیان انٹرنیٹ سے ماخوذ ہے)

---

(۱) ماہنامہ تہذیب الاخلاق، علی گڑھ، مارچ ۲۰۱۳ء، ص:۸۶۔
(۲) خیر آبادیات، ص:۲۲۴، ۲۲۵، تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں۔